آپ کی تعریف؟

تہذیب و ترجمہ

یاسمین طاہر۔نعیم طاہر

Scanned with CamScanner

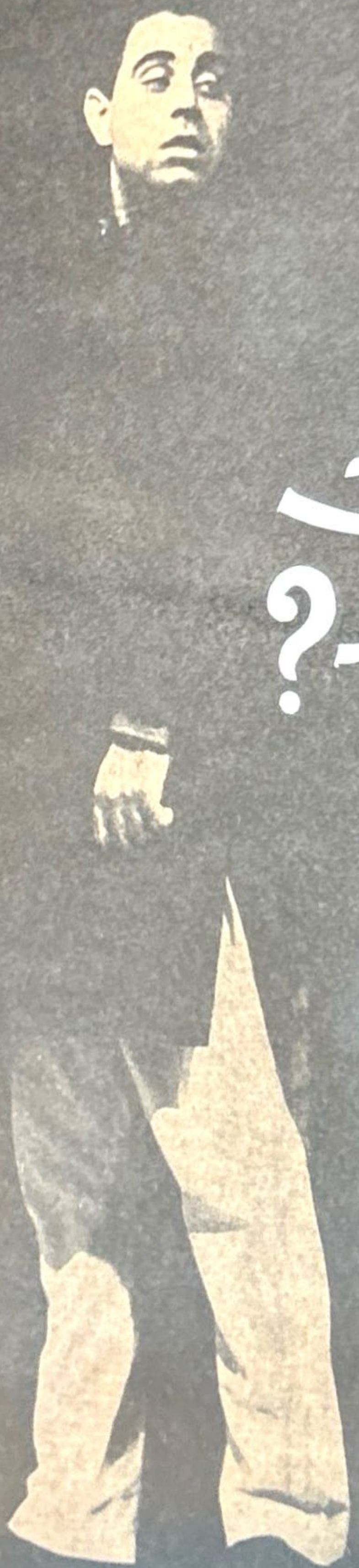

آپ کی تعریف؟

تہذیب و ترجمہ
یاسمین طاہر۔نعیم طاہر

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Scanned with CamScanner

891.4392 Naeem Tahir, Yasmin Tahir
Aap Ki Tareef/ Naeem Tahir, Yasmin Tahir.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2015.
215pp.
1. Urdu Literature - Drama.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

2015ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2868-9
ISBN-13: 978-969-35-2868-8

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sangemeel.com e-mail: smp@sangemeel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

اس کتاب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اس کا ''تیسرا حصّہ'' ڈرامہ ''آپ کی تعریف؟'' کا مکمل متن ہے۔

باقی حصے یعنی پہلا، دوسرا، چوتھا اور پانچواں حصہ اس ڈرامے کی اہمیت، دلچسپ حقائق اور تصاویر پر مبنی ہیں۔ یہ حصے ڈرامے کی تحریک اور تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

فہرست

پہلا حصہ

تعارف نعیم طاہر 7

یادیں یاسمین طاہر 17

تاثرات

1- ایک خوشگوار یاد ——— محترمہ زریں مشرف 21

2- ڈرامے کی تحریک ——— انتظار حسین 23

3- ''شکریہ۔آپ کی تعریف'' ——— محمد قوی خان 26

4- پیشکش کے دو اخباری ریویو 28

تصاویر

1- یاسمین اور نعیم، ڈرامہ کے دو کردار، ''بانو'' اور ''نوشاد'' کے طور پر 31

2- نعیم، سلیمہ اور محبّ اسد، ڈرامہ کے ایک سین میں (1961) 31

3- فیلڈ مارشل صدر پاکستان ایوب خان، گورنر پنجاب جنرل محمد موسیٰ
اور نعیم طاہر، نئے الحمراء کے ماڈل کی وضاحت کرتے ہوئے اور
مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے (مئی 1964ء) 32

4- الحمراء کی پرانی عمارت جہاں سے پاکستان کے فنونِ لطیفہ کی
تحریکیں شروع ہوئیں 33

5- الحمراء کی خستہ عمارت 33

6- الحمراء کی نئی عمارت 33

● اکثر تصاویر مشہور فوٹوگرافر ظفر احمد کی کھینچی ہوئی ہیں

7- تصاویر 1982ء پروڈکشن 34-39

8- ایک دلچسپ حقیقت 40

9- چند وضاحتیں اور نوٹ 41

دوسرا حصہ

1- ''آپ کی تعریف؟'' کا پہلا کتابچہ (بروشر) 45-49

تیسرا حصہ

2- ''آپ کی تعریف؟'' مکمل ڈرامہ کا متن 51

چوتھا حصہ

1- ''آپ کی تعریف؟'' کی دوسری پروڈکشن کا کتابچہ (بروشر) جس میں حصہ لینے والوں کی تصاویر اور تعارف شامل ہیں 173

پانچواں حصہ

1- ''آپ کی تعریف؟'' کی تیسری پروڈکشن کا کتابچہ (بروشر) اور حصہ لینے والوں کا تعارف 201

2 100ویں پیشکش کے موقع پر کھینچی گئی تصاویر 209

نعیم طاہر

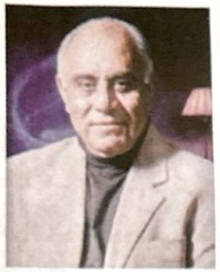

تعارف

یہ میرے دورِ جنون، اور ابتداءِ عشق کا زمانہ تھا۔

آپ کی تعریف کے پیش ہونے سے پہلے ہم دو ڈرامے پیش کر چکے تھے۔ ہم سے مراد یاسمین اور میں جو مل کر ڈرامے کا ''ترجمہ اور تہذیب'' (Adaptation) تیار کرتے تھے، مستقل ڈائریکٹر میں تھا۔ سٹیج پر میرا اور یاسمین کا ساتھ اس وقت شروع ہوا جب سید امتیاز علی تاج صاحب سیکرٹری پاکستان آرٹس کونسل لاہور (الحمراء) نے اس کی تنظیم نو کی۔ یہ غالباً 1956ء کا واقع ہے۔ اس تنظیم نو میں مختلف شعبوں کے سربراہ مقرر ہوئے جو یہ تھے:

1- جناب حیات احمد خان (موسیقی)

2- جناب فیروز نظامی، (تعلیم موسیقی)

3- محترمہ اینا مولکا احمد (تعلیم مصوری)

4- نعیم طاہر (ڈرامہ)

5- جناب تھیوڈور فیلیوس (فوٹوگرافی)

تنظیم نو کے دور کی ابتدا سٹیج کے دو یک بابی ڈراموں، ''کوکس اینڈ بوکس'' اور ''میرا قاتل'' سے ہوئی۔ ''کوکس اینڈ بوکس'' تاج صاحب نے خود ڈائریکٹ کیا تھا اور اس میں میرا کاکس کا رول تھا۔ میرے علاوہ اس میں مسز صابرہ اعظم اور خالد سعید بٹ

Scanned with CamScanner

تھے۔ صابرہ اعظم صاحبہ بمبئی کی مشہور اداکارہ زُہرہ سہگل کی چھوٹی بہن تھیں۔ ''میرا قاتل'' صفدر میر صاحب نے ڈائریکٹ کیا تھا اوراس میں یاسمین امتیاز علی، خورشید شاہد، اظہار کاظمی، سکندر اقبال (شاہین) تھے۔

میری ہدایات میں پہلا سہ بابی ڈرامہ ''مجرم کون؟'' الحمراء میں سٹیج کیا گیا۔ اس ڈرامہ کا مسودہ جناب اظہار کاظمی صاحب ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان لاہور نے جے۔ بی پریسٹلے کے ڈرامہ "An Inspector Calls" سے اخذ کیا تھا۔ اس ڈرامہ کے اداکار اظہار کاظمی، لطیفی کا میدار، سکندر شاہین، خورشید شاہد، شعیب ہاشمی اور یاسمین طاہر تھے۔

پہلا ڈرامہ جو ہم دونوں نے مل کر اُردو میں ڈھالا وہ ''آداب عرض'' کے نام سے الحمرا میں پیش کیا۔ یہ ڈرامہ آلیور گولڈسمتھ کے ڈرامہ "She Stoops to Conquer" سے ماخوذ تھا۔ یہ ڈرامہ پاکستان آرٹس کونسل لاہور (الحمرا) کے پرانے چھوٹے ہال میں غالباً 1959ء میں کیا گیا تھا۔ اس کو میں نے ڈائریکٹ کیا تھا اور اس میں مرکزی کردار میں نے اور یاسمین نے ادا کئے تھے۔ یہ ایک مزاحیہ ڈرامہ تھا اور دیکھنے والوں نے اسے بہت لطف سے کئی روز دیکھا۔ ''آداب عرض'' کے بعد میں نے اور یاسمین نے ایک ڈرامہ "Little Bit of Fluff" کا ترجمہ ''سوئے کہاں'' کے نام سے کیا۔ یہ الحمرا میں ہمارے مزاحیہ ڈراموں کا دوسرا ڈرامہ تھا اور بہت کامیاب ہوا۔ اس میں ہم دونوں کے علاوہ شعیب ہاشمی، سلیمہ فیض اور خورشید شاہد تھے۔ میرا کردار کچھ دن فلمی اداکار اسد جعفری مرحوم نے بھی کیا۔ اس ڈرامے کے ساتھ لاہور میں کامیڈی دیکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد پیوستہ ہوگئی اور یہ ڈرامے کئی شہروں کے دورے کرنے لگے اور کئی تعلیمی اداروں میں بھی سٹیج کئے جانے لگے۔

''آپ کی تعریف'' ڈرامہ فلپ کنگ کے ڈرامے "See How

They Run" سے ہم دونوں نے ماخوذ کیا۔ یہ اس سلسلے کا سب سے کامیاب اور سنگ میل کی حیثیت رکھنے والا ڈرامہ بنا۔ اس کا تذکرہ تفصیل سے کرنا ضروری ہے۔

''آپ کی تعریف'' پہلی مرتبہ 1960ء میں پیش کیا گیا۔ اس زمانے میں فیض احمد فیض پاکستان آرٹس کونسل کے سیکرٹری تھے اور سید امتیاز علی تاج مجلس ترقی ادب کے ڈائریکٹر کے طور پر چارج لے چکے تھے۔ 1957ء میں جب میں نے گورنمنٹ کالج میں نفسیات میں ایم۔اے کر لیا تو میری اکثر شامیں امتیاز علی تاج اور حجاب امتیاز علی صاحبہ کے گھر پر گزرتی تھیں۔ عموماً ڈرامے کے انتخاب میں تاج صاحب سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ''آپ کی تعریف'' کے ماخذ "See How They Run" کا میں نے جب انتخاب کیا تو مجھے یقین تھا کہ اس کی کامیابی سب سے بازی لے جائے گی۔ میں مسودہ کا مطالعہ بہت وقت لے کر کرتا ہوں اور اپنی سوچ کے مطابق ہر سین پڑھتا ہی نہیں بلکہ اسے سٹیج پر پیش کرتا ہوا بھی تصور کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے بہت اعتماد تھا کہ یہ کامیاب ہوگا۔ لیکن جب یاسمین نے تاج صاحب سے مشورہ کیا تو وہ "See How They Run" کے مسودہ سے مایوس ہوئے اور یاسمین کے بہت پوچھنے پر کہنے لگے ''نعیم نے ایک کامیابی کی شہرت بنائی ہے اس ڈرامے کے ساتھ سب غرق کرے گا''۔ تاج صاحب اعلیٰ ادبی ذوق کے مالک تھے۔ اس ڈرامے میں اعلیٰ مکالموں کی جگہ دیوانہ وار تیز ایکشن تھا اور کرداروں کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی تھیں اور وہ ایکشن ایسا ہنگامہ خیز تھا کہ سٹیج ہونے پر دیکھنے والے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔ مجھے اس ڈرامے کے امکانات اور اپنی ہدایت کاری کے طرز پر اعتماد تھا۔ یاسمین نے میرا ساتھ دیا۔ 1960ء اگست میں ہماری منگنی ہو چکی تھی اس لئے اکٹھے کام کرنے میں کچھ مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ ہم نے مسودہ تیار کرنا شروع کر دیا۔ اس دور میں تمام حصہ لینے والے اپنے شوق

Scanned with CamScanner

اور لگن کی وجہ سے کام کرتے تھے اور کوئی اجرت وصول نہیں کی جاتی تھی۔ اور لاہور اور گردونواح کی سول سوسائٹی پوری دلچسپی لیتی تھی اور تعاون کرتی تھی۔ اچھے گھروں کے بچے ہال میں کتابچے تقسیم کرتے تھے، ان میں کوثر حمید جو بعد میں دیوان شوگر ملز کے coo بنے، شامل تھے۔ اور موہنی حمید صاحبہ کی بیٹی کنول نصیر اور ریلوے کے اعلیٰ افسر مغل صاحب کی بیٹی بھی شامل تھی۔ زیادہ سے زیادہ ان کو چاکلیٹ یا آئس کریم دے دی جاتی تھی۔ یہ بچے 1956ء میں تاج صاحب اور صفدر میر کے ہدایت کردہ ''کوکس اینڈ باکس'' اور ''میرا قاتل'' کے ڈرامہ سے وابستہ تھے۔ آپ کی تعریف 1961ء میں الحمرا کے سٹیج پر پیش کیا گیا۔ اور پہلے دن سے ہی بے حد کامیاب ہوا۔ اس میں میرے اور یاسمین کے علاوہ سلیمہ فیض، محبّ حسن زیدی (جو بعد میں IG Police اور ڈائریکٹر جنزل F I A بنے) اور طارق حمید، نذیر ضیغم، میمونہ ایوب، محسن رضوی، اجاگر وارثی، بختیار احمد اور دوسرے ساتھی شامل تھے۔ جن کے نام کتابچوں میں شامل ہیں! ڈرامہ ایسا مقبول ہوا کہ آج پچاس سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد بھی دیکھنے والوں کو یاد ہے۔ اس کے بار بار سٹیج ہونے پر کاسٹ میں تبدیلیاں بھی ہوئیں اور قوی خان، علی اعجاز، ناہید رانا، کوثر حمید، طارق حمید، طلعت حفیظ، مسعود اختر اور ریحانہ صدیقی بھی شامل ہوئے۔ سٹیج نذیر ضیغم بناتے تھے، کاریگروں میں علم دین اور اس کے والد شامل تھے۔ روشنی کا انتظام خالد عزیز کرتے تھے جو کہ نہایت قابل انجینئر تھے۔ کنٹرول بورڈ محمد یونس نے بنا کر دیا جو اٹامک سائنس دان بنے اور جب ایٹم بم کی تیاری ہوئی تو مشکوک حالات میں مردہ پائے گئے۔ لاہور میں سٹیج ہونے پر ''پاکستان ٹائمز'' اخبار کا ریویو پڑھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ کالم لکھنے والے وہ تھے جو بعد میں پاکستان کے سیکرٹری خارجہ ریٹائر ہوئے۔ انہوں نے اسے کامیاب ترین ڈرامہ قرار دیا اور مجھے داد دی۔ لاہور میں ایک طویل عرصہ چلنے کے بعد بھی یہ صورتحال تھی کہ الحمرا کے لان میں لاہور کے نواح

سے لوگ صبح سے ٹکٹوں کے لئے آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ لاہور کے بعد دوسرے شہروں میں خصوصاً کراچی آرٹ کونسل کی دعوت پر یہ کھیل کراچی تھیو سوفیکل ہال میں کرنے کے لئے کراچی آرٹ کونسل نے دعوت دی۔ اس سفر میں تاج صاحب اور فیض صاحب بھی کراچی گئے۔ جب میں اپنی ٹیم کے ساتھ کراچی ہال میں پہنچا تو وہاں سٹیج اور لائٹ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ہم پریشان سوچ رہے تھے کہ کیا کریں؟ اسی رات ڈرامہ ہونا تھا۔ لیکن ایک فرشتہ سیرت انسان خواجہ معین الدین اور ان کے ساتھی ہال میں پہنچ گئے، اور مجھ سے کہا پریشان نہ ہوں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ جایئے اور کھانا کھایئے، باقی کام ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ان پر یقین نہ کرنا ممکن نہ تھا، ہم چلے گئے، اور جب واپس آئے تو سب نقشہ ہی بدلا ہوا تھا، خواجہ صاحب نے ہر چیز مکمل ترتیب کروا دی تھی۔ ان کی یہ شفقت ان کے ساتھیوں کا خلوص اور محبت ناقابل فراموش ہے۔ ڈرامہ کراچی میں بہت کامیابی سے چل رہا تھا کہ سلیمہ فیض کے امتحانات آ گئے، ڈرامہ ایک روز بعد بند کرنے کا اعلان کیا گیا۔ دیکھنے والوں کے شوق کو یہ گوارہ نہ ہوا اور پہلی مرتبہ اس ڈرامے کے شائقین پر کراچی پولیس کو لاٹھی چارج کرنا پڑا۔

پاکستان کے طول و عرض سے ڈرامے کی فرمائشیں آتی رہیں اور ہم ہر ممکن جگہ پر جاتے رہے، بورے والہ کے ایک سینما ہال میں سٹیج کیا گیا وہاں بھی پولیس کا لاٹھی چارج ہوا۔ یہ ڈرامہ آدم جی ہال کے افتتاح پر بھی کیا گیا اور تاج ہوٹل کی ہال کے افتتاح پر بھی۔

''آپ کی تعریف'' کی یاد بہت سے دلوں میں زندہ ہے. کامیابی کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ تقریباً ایک سو پچاس منٹ کے دورانیہ میں تین سو چھیاسٹھ بھرپور قہقے ہال میں گونجتے تھے۔ اداکار اور دیکھنے والے ایک دوسرے کے ساتھ ایسے یکجان ہوتے تھے کہ ہر پُر لطف لمحہ مکمل طور پر محسوس کرتے۔ میری نگرانی میں اس کے کم از کم سو شو

ہوئے۔ کئی اداکار بدلے گئے لیکن دو اداکار یاسمین طاہر اور محسن رضوی مستقل رہے اور انہوں نے سو سے زیادہ شو کیے گئے۔

جنون کی ایک منزل

''آپ کی تعریف'' ایک ٹرینڈ سیٹر ڈرامہ تھا اور اس سے ڈرامہ کی تحریک کو تقویت پہنچی۔ اس ابتدائی دور میں سٹیج ڈرامہ کو اپنا روزگار اور کیریئر بنانا کسی کے خواب و خیال میں نہ تھا لیکن ڈرامہ کو بڑا مقام حاصل ہوا اور پھر یہی لوگ ٹی وی کا اثاثہ بنے، مجھے خوشی ہے کہ میں اور میرے ساتھی اس تحریک میں اپنا بھرپور حصہ ڈال سکے۔ اگر مجھے جنون نہ ہوتا تو شاید یہ ممکن نہ ہوتا۔

تھی نو آموز فنا ، ہمت دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
(غالب)

الحمرا ہال کا افتتاح

میری نگرانی میں آپ کی تعریف آخری مرتبہ جنوری 1982ء میں نئے الحمراء ہال کے افتتاح کے بعد سٹیج ہوا۔ اس پروڈکشن میں ثمینہ احمد اور فوزیہ درانی نے میری معاونت کی۔ اس کا افتتاح ڈرامہ کے 100ویں شو پر ہونا تھا۔ یہاں ایک واقعہ جو اس ہال سے متعلق ہے، مختصراً بتانا چاہتا ہوں، یہ حقیقت شاید کم لوگوں کو معلوم ہوگی۔

الحمرا کی نئی عمارت کا خواب پرانا تھا۔ پرانی عمارت (تصویر دیکھیے) خستہ حال ہو چکی تھی اور الحمرا میں فنون لطیفہ کی ضروریات پوری نہیں کر سکتی تھی۔ فیض صاحب نے غالباً 1961ء میں ایک دوست "Architect" ماریو میسنا سے تذکرہ کیا تھا جس نے ایک تصوراتی تصویر فیض صاحب کو بنا دی۔ فیض صاحب کے احترام میں وزارت

تعلیم نے الحمرا کی ترقی کیلئے دو لاکھ سالانہ کی گرانٹ دینی شروع کر دی۔

1963ء میں فیض احمد فیض صاحب علالت کی وجہ سے آرٹس کونسل الحمرا کی ملازمت چھوڑ کر بیرون ملک روانہ ہو گئے۔ دنیا میں ان کے بہت مداح تھے، بالخصوص سویت یونین میں جس کی وجہ سے اُن کو لینن کا ''امن تمغہ'' اور دیگر انعامات بھی دیئے گئے۔

1963ء میں پاکستان آرٹس کونسل (الحمراء) میں مجھے سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ سید امتیاز علی تاج اور فیض صاحب جیسی شخصیتوں کے بعد چھبیس سال کا نوجوان نعیم طاہر لایا گیا، جو غالباً اپنے جنون اور یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کی تعلیم کی وجہ سے مقرر کیا گیا۔ میری تقرری کے بارے میں کچھ لوگوں کو تحفظات بھی ضرور ہوں گے، بالخصوص اُن کو جو میرے مقابلے میں اُمیدوار تھے۔ بہرحال میں نے الحمراء کی نئی عمارت اور ثقافتی مرکز کو مکمل کرنا اپنی اولین ترجیحات میں شامل کیا۔ میرے دو مقاصد تھے پہلا یہ کہ الحمراء میں اتنے پروگرامز ہوں کہ سال بھر ہر روز لاہور کے عوام کو کچھ نہ کچھ دیکھنے کو مل جائے خواہ وہ بصری فنون ہوں اور خواہ حرکی فنون ہوں، اور دوسرے الحمراء کی عمارت مکمل کی جائے۔ ان دنوں حامد جلال مرحوم ڈائریکٹر واپڈا پبلک ریلیشنز الحمراء کے بورڈ کے رکن تھے۔ انہوں نے کراچی کے آرکیٹیکٹ تاج الدین بھامانی کو الحمراء کی نئی عمارت کے لئے مقرر کروایا۔ تاج الدین بھامانی واپڈا کی نئی عمارت کے لئے دنیا کے مشہور آرکیٹیکٹ ایڈورڈ سٹون کی معاونت کر رہے تھے۔ تاج الدین بھامانی نے بلڈنگ کا ماڈل اور نقشہ بنایا لیکن تعمیر کے لئے پیسے نہ تھے۔ بس ماڈل کی حد تک ہی پہنچ پائے تھے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ انہی دنوں سویت یونین سے ثقافتی معاہدے کے تحت ایک بہت بڑا اور اہم ثقافتی طائفہ لاہور بھیجا گیا۔ صدر ایوب الحمراء میں افتتاح کے لئے لاہور آئے۔ افتتاح میرے ذمہ تھا۔ میں نے وقت پر تیاری کی، سٹیج سج گیا، ریہرسل

Scanned with CamScanner

بھی ہوگئی۔ میں رات گھر جا کے سو گیا. لیکن اسی رات ایسا طوفان آیا کہ ہر طرف تباہی مچ گئی۔ الحمراء جا کر دیکھا تو سٹیج اُکھڑ چکا تھا۔ گراؤنڈ میں پانی جمع تھا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں اس وقت آرٹ گیلری بن چکی ہے. لیکن اُس دور میں مَیں نے اوپن ایئر تھیٹر بنا رکھا تھا اور یہاں پر باقاعدگی سے ڈرامے سٹیج ہوتے تھے۔

روسی ثقافتی طائفہ کا شو ممکن بنانے کے لیے پنجاب کی تمام انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ ہزاروں کمبل منگوائے گئے اور اُن کے ذریعے پانی نچوڑ کر گراؤنڈ خشک کرنے کی کوشش کی گئی۔ ریلوے ورکشاپ سٹیج کی مرمت پر لگ گئی۔ ان حالات میں مجھے ایک خیال آیا۔

میں نے الحمراء کے صدر جسٹس ایس اے رحمٰن کو فون پر کہا کہ ''جن حالات کا سامنا ہے اس میں صدر ایوب خاں صاحب کو بھی احساس ہو گیا ہو گا کہ الحمراء کو نئے ہال کی اشد ضرورت ہے۔ اگر آج آپ کی آمد پر اُن سے مدد کی درخواست کریں تو ممکن ہے ہمیں عمارت کے لیے پیسے دے دیئے جائیں۔'' جج صاحب نے قدرے توقف سے کہا ''صدرِ پاکستان سے اس بارے کوئی بات کرنے سے پہلے اُن کو لکھنا ضروری ہے۔ اس کے لیے اب وقت نہیں۔ البتہ اگر تم اُن سے زبانی کہہ دو تو مجھے اعتراض نہ ہو گا۔''

میں نے کہا ''بہت اچھا۔ آپ کی اجازت سے میں بات کروں گا۔''

میں نے یہ کہہ تو دیا، لیکن کامیابی کیسے ہو سکتی ہے اس پر میں سوچتا رہا۔ اُن دنوں تجمل حسین صاحب، الطاف گوہر صاحب کے بھائی لاہور میں پنجاب کے سیکرٹری فنانس تھے اور اسمبلی میں بجٹ اگلے روز پیش ہوتا۔ تجمل حسین صاحب بہت صاحبِ دل اور فنون کے قدردان تھے۔

میں نے اُن سے کہا کہ جب صدر صاحب آئیں گے تو میں اور جسٹس ایس

اے رحمٰن اُن کو ریسیو کریں گے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں وہیں ایک میز پر بلڈنگ کا ماڈل رکھوا دوں اور اُن کو دکھاؤں اور مدد کی درخواست کروں۔

تجمل کہنے لگے: میں قریب آ جاؤں گا اور اگر مجھے ان کی گفتگو سے ذرا سا بھی اشارہ مل گیا تو اگلے روز میں پیسے بجٹ میں رکھ دوں گا۔

جب صدر ایوب اور گورنر پنجاب جنرل موسیٰ تشریف لائے۔ میں نے اُن کا استقبال کیا، ہاتھ ملایا اور صدر صاحب کا ہاتھ چھوڑنے سے پہلے میں نے اُن سے درخواست کی کہ براہ مہربانی وہ مجھے پانچ منٹ عنایت کریں کیونکہ میں اُن کو نئی عمارت کا ماڈل دکھانا چاہتا ہوں جو وہاں قریب ہی کی میز پر سجایا گیا تھا۔ ایوب خان نے مسکرا کر کہا ''لیس ینگ مین''۔ صدر صاحب، گورنر صاحب، جسٹس رحمٰن صاحب اور میں نے ماڈل کی طرف قدم بڑھایا اور میں نے جلدی جلدی بلڈنگ کی تفصیل بتائی اور مدد کے لئے درخواست کی۔ صدر صاحب مسکرائے اور گورنر موسیٰ کی طرف دیکھ کر کہا ''جنرل صاحب! ان کی مدد کرنی چاہیے۔'' (تصویر)

قریب کھڑے تجمل حسین نے مجھے اشارہ کیا کہ 'بس ٹھیک ہے'۔ چنانچہ اگلے روز بجٹ میں 10 لاکھ روپے سالانہ کی اسمبلی نے منظوری دے دی۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ ایک لمبی داستان ہے۔ اتفاقاً تاج الدین دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ دوسرا آرکیٹکٹ مقرر ہونا تھا تو میں نے پرنسپل نیشنل کالج آف آرٹس شاکر علی صاحب سے مشورہ کیا۔ انہوں نے اپنے ہونہار طالب علم نیر علی دادا کو تجویز کیا۔ میں نے کونسل کے بورڈ آف گورنرز میں نیر علی دادا کا نام دیا۔ تھوڑی سی بحث کے بعد نام منظور ہو گیا۔ چھ مہینے کے اندر 26 فروری کو اس کا سنگ بنیاد گورنر پنجاب جنرل محمد موسیٰ نے رکھا گیا۔ یہ سنگِ بنیاد جناب سعید اختر نے ڈیزائن کیا تھا جو کہ سنگِ موسیٰ میں تھا۔

بعد میں سیاست شروع ہو گئی اور میں الحمراء سے کنارہ کش ہو گیا۔ کچھ سیاسی حالات اور کچھ سید امتیاز علی تاج صاحب کی شہادت کے بعد مجھ پر خاندان کی ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے بادل نخواستہ میرے تعلق الحمراء سے ٹوٹ گیا۔ میرے الحمراء سے جانے کے بعد نہ وہ سنگِ بنیاد رہا، اور نہ ہال بننا شروع ہوا۔ باوجود اس کے کہ میرے دوست، چیف منسٹر پنجاب محمد حنیف رامے صاحب نے انتظامیہ کی بہت مدد بھی کی۔

آٹھ دس سال گزر گئے جو ریشہ دوانیوں کی نظر ہوئے۔

ایسے ایسے واقعات ہوئے کہ کسی اور موقع پر لکھوں گا! یہاں تک کہ حکومتی سطح پر الحمراء کو بند کر کے محکمہ اوقاف کے حوالے کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ اس وقت تفصیل ضبطِ تحریر میں لانے کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ یہ بتا دوں کہ پاکستان آرٹس کونسل سے بدل کر اس ادارے کا نام لاہور آرٹس کونسل رکھ دیا گیا تھا۔ بہر حال ''الحمراء'' والا حصہ برقرار رہا۔

آخر دس سال بعد مجھے پھر بلایا گیا اور جاوید احمد قریشی سیکرٹری انفارمیشن اور میری دن رات کی محنت سے الحمرا ہال نمبر 1، 14 اگست 1981ء کو مکمل ہوا۔ اس کے افتتاح پر نور جہاں نغمہ سرا ہوئیں۔

''آپ کی تعریف؟'' افتتاحی تقریبات کے سلسلے میں 15 جنوری 1982ء کو اپنے سوویں شو سے پھر شروع ہوا۔

دستخط نعیم طاہر

دسمبر 2014ء

یاسمین طاہر (ستارۂ امتیاز)

یادیں

نعیم نے جب Philip King کا ڈرامہ "See How They Run" پڑھا اور اس کو سٹیج کرنا چاہا تو حسب سابق مجھ سے اُس کا ترجمہ اور تہذیب (Adaptation) کرنے کے لئے ساتھ دینے کو کہا۔

اس سے پہلے ہم دو ڈراموں کو اُردو کا جامہ پہنا چکے تھے۔ مشہور مصنف آلیور گولڈ سمتھ کا "She Stoops to Conquer" ہم نے ''آداب عرض'' کے نام سے پیش کیا۔ ایک دوسرا ڈرامہ جو لندن میں West End میں بہت کامیاب ہوا تھا اور جس کی فلم بھی بن چکی تھی۔ اس ڈرامہ کا نام تھا۔ "A Little Bit of Flaff" اس کے مصنف تھے Walter Ellis اور Kenelm Foss۔ والٹر ایلس کا دور 1911ء سے 1940ء تک تھا اور "فاس" کا بھی تقریباً یہی دور تھا۔

کینتھ "فاس" مُصنف اداکار اور ہدایت کار بھی تھا۔ ہم نے اس ڈرامے کا نام "سوے کہاں؟" رکھا تھا۔ ڈرامے کا انتخاب عموماً میرے والد سید امتیاز علی تاج کی لائبریری میں ہزاروں ڈراموں کے مسودوں میں سے ہوتا تھا۔ اسی طرح نعیم نے بھی اپنے امریکہ اور انگلینڈ کی طالبعلمی کے زمانے میں ہزاروں ڈراموں کی لائبریری بنا رکھی تھی۔ ڈراموں کے مسلسل مطالعہ کا شوق میرے والد اور نعیم میں مشترک تھا۔ وہ گھنٹوں بیٹھے 40- ایبٹ روڈ پر ہمارے گھر کی لائبریری میں ڈراموں کے مختلف پہلوؤں پر

باتیں کرتے رہتے۔ بہرحال جب نعیم نے "See How They Run" تجویز کیا تو وہ خود تو بہت مطمئن تھے لیکن ڈرامہ پڑھنے پر میرے والد اور میں بالکل متاثر نہ ہوئے۔ مجھے تو اس میں بھاگ دوڑ کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔ میرے والد تو بہت ہی متفکر ہوئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا "نعیم نے اپنی کامیابی کی شہرت بنائی ہے وہ اُس کو اس ڈرامہ سے برباد نہ کر لیں"۔

لیکن جب نعیم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اُسے کر گزرتے ہیں اور یہی ہوا۔ نعیم کو اس ڈرامے میں وہ امکانات نظر آئے جو ہم نہ دیکھ سکے۔ میرے والد کی نظر ڈرامہ کی ادبی خصوصیات کی طرف جاتی تھی۔ میں بھی انگریزی ادب کی طالبہ رہی تھی لیکن غالباً نعیم کو اس ڈرامہ میں وہ امکانات نظر آئے تھے جو ہم سے اوجھل رہے۔ مجھے تو صرف بھگدڑ ہی محسوس ہوئی۔ میں نے بہرحال نعیم کا ساتھ دیا اور ترجمہ شروع کر دیا۔ نعیم اُس زمانے میں PIA میں کام کرتے تھے۔ وہ رات کو ترجمہ کرتے تھے اور صبح کو مسودہ مجھے دے جاتے تھے اور میں جہاں تک انہوں نے مکمل کیا ہوتا تھا اُس سے آگے ترجمہ کرتی تھی۔ دفتر سے واپسی پر نعیم مجھ سے مسودہ لے جاتے۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اتفاق یہ ہے ہم نے آخر میں دیکھا تو تقریباً برابر کا ترجمہ کیا تھا! اور ہمارا انداز بھی اور حسِ مزاح بھی ایک جیسی تھی!

بالآخر ڈرامہ سٹیج ہوا۔ الحمراء کا سٹیج بہت چھوٹا تھا اور خستہ حال تھا۔ سٹیج کے نیچے کا تہہ خانہ ایک طرف سے دوسری طرف جانے کا واحد راستہ تھا۔ جب ڈرامہ سٹیج کے شو کی صورت میں سامنے آیا تو احساس ہوا کہ جس کو میں بھگدڑ سمجھتی تھی وہی اِس ڈرامے کی جان تھی اور اُسی پر دیکھنے والے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ نعیم نے بطور ہدایت کار اس امکان کو بھانپ لیا تھا۔

یہ ڈرامہ اس قدر مقبول ہوا کہ آس پاس کے شہروں سے بھی لوگ اسے دیکھنے

کے لئے آنے لگے۔ مختلف شہروں سے دعوتیں آنے لگے۔ ہم نے کئی شہروں کا رُخ کیا۔ آج بھی دیکھنے والے اس ڈرامے کو یاد کرتے ہیں تو اُن کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آجاتی ہے۔ ہم نے یہ ڈرامہ ایسی جگہوں پر بھی کیا جہاں عالم لوہار اور عاشق جٹ کے تھیٹر میلے میں لگے ہوتے تھے۔ ہماری تحریک کا مقصد شستہ اور پُرلطف ڈرامے سے ہجوم کو آشنا کرانا تھا۔

ہمارے ڈراموں سے بالخصوص "آپ کی تعریف؟" کی مقبولیت سے کئی اداکاروں، ہدایت کاروں اور لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور سٹیج کا ڈرامہ اُن کے لئے امکان بنتا گیا۔ اس دور میں الحمراء کے ڈراموں کی کامیابی کی وجہ سے طبع زاد لکھنے والے بھی متوجہ ہوئے۔ نعیم نے بعدازاں بطور سیکرٹری آرٹس کونسل طبع زاد لکھنے والوں کے لئے دو ہزار روپے کا معاوضہ مقرر کر دیا جبکہ ریڈیو سے زیادہ سے زیادہ 200 روپے ملتے تھے اور ٹیلی وژن کا تو نام ونشان بھی نہیں تھا۔

اس دور میں سب سے پہلے نعیم کے لیے بانو قدسیہ نے ڈرامہ "اِک تیرے آنے سے" لکھا جس کو نعیم نے سٹیج کیا۔ اس کے علاوہ بعدازاں نعیم نے اُن کے ڈرامے "منزل منزل" اور "ستمگر تیرے لئے" بھی ڈائرکٹ کئے۔ انتظار حسین صاحب نے بھی سٹیج کیلئے ڈرامہ لکھے اور اے حمید نے بھی۔ مختصر یہ کہ سٹیج ڈرامہ کی تحریک کا مقصد پورا ہونے لگا۔

"آپ کی تعریف؟" اپنے وقت کا ایسا ڈرامہ تھا کہ جس نے اس کو ایک بار دیکھا اُس نے جب ہو سکا بار بار دیکھا۔ ٹکٹ مانگنے والے ہجوم پر دو ایک مرتبہ لاٹھی چارج بھی ہوا یعنی ایک مرتبہ کراچی میں اور ایک مرتبہ بورے والا میں۔

غرض اس ڈرامے نے سٹیج کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ مختلف ادوار میں ہم سب ڈرامے میں حصہ لینے والے ایک خاندان کی طرح بن گے۔ آج بھی ملتے ہیں اور

یادوں سے لُطف انداز ہوتے ہیں اور مجھے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ ڈرامہ صرف پڑھنے کی چیز نہیں بلکہ ''دیکھنے'' کی چیز ہے اور لکھے ہوئے ڈرامے کو ہدایت کار کی فہم اور اہلیت کیا سے کیا بنا دیتی ہے! مجھے خوشی ہے کہ میں نے اس ڈرامے کے ہر شو میں کام کیا جو (100) سو سے زیادہ تھے۔ میرے ساتھ صرف محسن رضوی (مرحوم) (100) سو شو مکمل کر سکے۔

باقی کردار بدلتے رہے۔ جو ساتھی ہم سے بچھڑ گئے اُن کی یاد دل میں زندہ ہے۔ کچھ حصہ لینے والے فنکار زندگی کے دوسروں شعبوں میں منتقل ہو گئے لیکن کوئی بھی اس ڈرامے کو فراموش نہ کر سکا۔

"آپ کی تعریف؟" ایک تاریخ ساز اور رجحان ساز ڈرامہ ثابت ہوا۔

دستخط یاسمین طاہر

محترمہ زریں مشرف صاحبہ

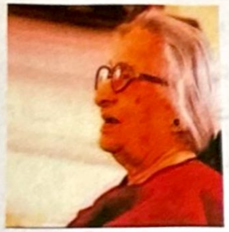

ایک خوشگوار یاد

General Pervez Musharraf

I have always been an ardent fan of good dramas and plays. One outstanding comedy drama of the early sixties that I vividly remember for its hilarity is "Aap Ki Tareef." It had tremendous light hearted entertainment value. Maybe it was a pioneer in comedy stage dramas before the advent of televisions. I give all the credit to Naeem Tahir Saheb for such an entertaining drama which attracted very wide viewership.

Musharraf

محترمہ زریں مشرف صاحبہ، سید پرویز مشرف سابق صدر پاکستان کی والدہ ماجدہ ہیں۔ وہ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن یو این او کی رکن تھیں، جب انہوں نے ڈرامہ ''آپ کی تعریف؟'' دیکھا۔ اُن کے تاثرات کا اُردو ترجمہ یوں ہے:

''میں ہمیشہ اچھے ڈراموں کو سراہتی رہی ہوں۔ ایک غیر معمولی کامیڈی ڈرامہ جو میری یادداشت میں واضح طور پر موجود ہے وہ ''آپ کی تعریف؟'' ہے۔ جو انتہائی مزاحیہ تھا۔ اس میں تفریحی مواد بدرجہ اتم موجود تھا۔ عین ممکن ہے کہ ٹیلی ویژن کی آمد سے پہلے یہ ڈرامہ ہی تفریحی ادب کا رہنما رہا ہو۔ اس ڈرامے کی کامیابی کا تمام تر سہرا نعیم طاہر صاحب کے سر ہے۔ ڈرامے نے تماشائیوں کی بڑی تعداد کو محظوظ کیا۔

دستخط ''زریں مشرف''

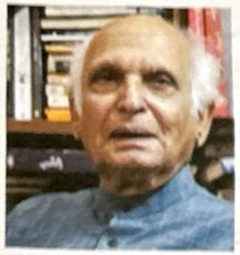

انتظار حسین

ڈرامے کی تحریک

ڈرامہ ''آپ کی تعریف؟'' سب سے پہلے 1960ء میں لاہور آرٹس کونسل کے سٹیج پر پیش کیا گیا اور اسے اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اُسے سوپر ہٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بار بار کھیلا گیا، صرف لاہور میں نہیں بلکہ دوسرے شہروں میں بھی، خاص طور پر کراچی اور ملتان میں اور ہر شہر میں اس نے سامعین کو لوٹ لیا۔ وجہ؟

وجہ یہ سمجھئے کہ آرٹ کونسل کے فنکار بہت سوچ بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ فی الحال وہ کھیل ہمارے سٹیج پر کامیاب رہیں گے جو کامیڈی کے ذیل میں آتے ہیں۔ دیکھتے جاؤ، ہنستے جاؤ۔ اسی ہنسی ٹھٹھے کے پردے میں کوئی سنجیدہ، کوئی فکر انگیز بات کہہ سکتے ہو تو کہہ دو۔ نعیم طاہر اور یاسمین نے مل کر یہ تجربہ کیا۔ نعیم طاہر اس سے پہلے کئی کھیل پیش کر چکے تھے۔ ہر کھیل کسی انگریزی کھیل کا adaptation۔ یعنی اس طرح اُسے اردو میں منتقل کرو کہ وہ خود آپ کی سماجی صورت حال کو پیش کرتا نظر آئے۔ اس نقطۂ نظر سے ان کا سب سے زیادہ کامیاب تجربہ وہ کھیل تھا جس کا نام انہوں نے ''آپ کی تعریف؟'' رکھا تھا۔

کھیل کیا ہوا کہ نعیم طاہر کے نام کی لاٹری نکل آئی۔ ہر طرف سے واہ واہ ہونے لگی۔ داد کے ڈونگرے برسنے لگے۔ وجہ یہ کہ شروع سے آخر تک ہنستے

جائیے، تبسم سے لے کر قہقہہ تک ہر قسم کی ہنسی کی یہاں گنجائش تھی، یہی کچھ نہیں۔ ہاں پہلے یہ سن لیجئے کہ یہ انگریزی کے کس ڈرامے سے ماخوذ تھا۔

فلپ کنگ کا ایک ڈرامہ تھا See How They Run۔ نعیم طاہر اور یاسمین نے مل کر اس خوبی سے اسے اُردو میں ڈھالا کہ وہ اپنے یہاں کی معاشرتی صورت حال میں رچا بسا کھیل بن گیا۔ مجال ہے کہ بدیشی رنگ کی چغلی کھا جائے۔ اسی حساب سے وہ کامیاب ٹھہرا کہ ادھر سامعین ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوتے رہے، اُدھر نعیم طاہر اور یاسمین ہنسی ہنسی میں اتنے سنجیدہ ہوئے کہ رشتہ مناکحت میں پروئے گئے اور میاں بیوی بن گئے، یعنی یاسمین اب یاسمین طاہر ہوگئیں۔

مگر کیا اسے محض اور خالص ہنسنے ہنسانے کا قصہ سمجھا جائے تو خیر ہے۔ مگر اس میں حیرت کا پہلو بھی ہے۔ یہ کہ آدمی ویسے تو عقل کا پُتلا ہے لیکن اگر ذرا پٹڑی سے اتر جائے تو اس سے بڑھ کر احمق کوئی اور مخلوق نظر نہیں آئے گی۔ حماقت یہاں ضرب ہوتی چلی جاتی ہے اور کیا کیا پڑھا لکھا سمجھدار آدمی آن کی آن میں اُلو کی دُم بن کر رہ جاتا ہے۔

ویسے اس کھیل کو ایک دوسرے زاویئے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں اس کے ڈانڈے جدید ڈرامے کی اس تحریک سے ملتے نظر آئیں گی جسے 'Drama of the Absurd' کا نام دیا گیا۔ یہ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ کوئی پروفیسر ہے، کوئی کالج کی وائس پرنسپل۔ ایک ذات گرامی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی کی بھی ہے۔ بات ذرا سی ہے۔ ایک بیوی گھر آنے والی وائس پرنسپل پر شک کرتی ہے کہ آخر وہ اس کے شوہر سے تنہائی میں کیوں ملنا چاہتی ہے۔ بس ایک نسوانی شک گل کھلاتا جاتا ہے اور بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور absurdity کا یا

لایعنیت کا ایک پہاڑ کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ حضرات کتنے مختلف نظر آ رہے تھے سو اب کتنے احمق نظر آ رہے ہیں۔ حماقت سے حماقت جنم

لیتی ہے۔ حماقت کا سلسلہ رکا نہیں، کتنے مضحکہ یہ سب لوگ نظر آ رہے ہیں۔ جو بات کی، عقل سے خارج کی۔ دیکھتے جائیے، ان کی باتیں سنتے جائیے اور قہقہے لگاتے جائیے۔

اصل سامنے ہو تو فیصلہ ہو سکے گا کہ یہ اصل کی محض نقل ہے یا یہ کہ نعیم طاہر اور یاسمین طاہر نے اس میں اپنی طرف سے کئی پھدنے ٹانک کر کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ خالص تفریحی کھیل، نخالص کومیڈی۔ اور پھر اتنا ہی بامعنی۔ ایبسٹرڈ ڈرامے والی ساری صفات اس میں موجود ہیں۔

دستخط انتظار حسین

Scanned with CamScanner

محمد قوی خان

"شکریہ آپ کی تعریف"

کسی بھی ایسی چیز کی جس کی آپ کی زندگی میں بڑی اہمیت ہو اُس کے بارے میں کچھ لکھنا یا کچھ کہنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ میری ایک وجہ ہے میری بُری ہینڈ رائٹنگ اور دوسری وجہ ہے کہ میں نے ساری زندگی اتنا سُنا ہے کہ وقت کا پتا ہی نہ چلا اور اب لکھنے لکھانے اور سننے کو جی ہی نہیں چاہتا اس لیے خاموشی کو ہی بہتر سمجھا اور سوچ لیا کہ:

یہ جو ہم بولتے نہیں ہیں نا
یہ اصل میں تمھیں سناتے ہیں

"آپ کی تعریف"، آج سے باون سال پہلے پشاور سے لاہور آیا تو یہ پہلا کھیل تھا جو الحمرا کے 140 سیٹوں والے ہال میں کھیلا گیا زیر ہدایت جناب نعیم طاہر۔ اس طرح مجھے تھیٹر کی یونیورسٹی میں بحثیت ایک تھیٹر کے طالب علم کے داخلہ مل گیا۔ میں نے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور قدم جمالئے۔

اس یونیورسٹی کے بانی میری نظر میں سید امتیاز علی تاج تھے جو اپنے وقت کے بلکہ اس وقت کے بھی مشہور و معروف ہدایت کار، صدا کار، ادا کار اور مصنف تھے اور مشہور "انار کلی" کے خالق۔ اس یونیورسٹی کے چانسلر نعیم طاہر تھا جو آج بھی اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ ہمارے تھیٹر، ریڈیو، فلم اور ٹیلی ویژن کی خدمت کر رہے ہیں اور بڑے بڑے اداروں کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ پھر اس یونیورسٹی میں

یاسمین طاہر (ستارۂ امتیاز) سے ملاقات ہوئی جن کی صلاحیتوں کا زمانہ معترف ہے۔

باقی رہ گئی ایک شخصیت وہ میری زندگی کی ساتھی بن گئی۔ ادا کاری قربان کر دی، ناہید رانا سے ناہید قوی ہو گئیں اور اس طرح لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں، مہربانی ان کی 45 سال سے میرے ساتھ ہیں۔ چار خوبصورت بچے دیے۔ میری خواہش جڑواں بچوں کی تھی وہ مجھے نہ دے سکی۔ پتا نہیں کیوں؟ خیر چھ بچے ہوتے تو میں کیا کر لیتا۔ ویسے مجھے بچے اور بوڑھے بہت پسند ہیں۔ کیونکہ یہ ہی ہیں جن میں فرشتے نظر آتے ہیں۔

بہر حال اس یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد کچھ ایسے مضبوط رشتے بن گئے جو آج بھی قائم ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔ جیسے ہم کہتے ہیں شام چوراسی گھرانہ، پٹیالہ گھرانہ، تو میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا تعلق تھیٹر کے تاج گھرانے سے ہے۔

"آپ کی تعریف" اپنے وقت کا بلکہ ہر وقت کا مشہور و معروف کھیل جس نے مجھے ساری حیات زندگی کے سٹیج پر بڑے خوبصورتی سے کھیلنے کا موقع دیا اور یہ کھیل تالیوں کی گونج میں آج بھی جاری ہے......

"شکریہ آپ کی تعریف"

خلوص گار

دستخط محمد قوی خان

Scanned with CamScanner

THE PAKISTAN TIMES, SATURDAY, NOVEMBER 25, 1961

'AAP KI TAARIF' AT ALHAMRA

—:o:—

GOOD AND CLEAN ENTERTAINMENT

By a Special Correspondent

NAEEM Tahir's latest dramatic venture, "Aap Ki Tarif?" which opens on Saturday (today) at Alhamra (Pakistan Arts Coun1cil) is a full-blooded farce containing all the ingredient that ensure box-office success.

The play seeks to sweep the audience off its feet with the infectious gaiety and abandon of its young director and players, and it is only fair to admit that even the most critical sections of its audience find many sequences simply irresistible. Much of its action is uninhibited, knock-about comedy which succeeds amply in providing good, clean entertainment.

(Continued)

”آپ کی تعریف؟“ کا ریویو، پاکستان ٹائمز اخبار میں چھپا۔ ریویو پروفیسر تنویر احمد خان نے لکھا تھا۔ تنویر احمد خاں بعدازاں سیکرٹری خارجہ رہے۔

MORNING NEWS

KARACHI

'AAP-KI-TAREEF?'

RIDING the crest of a mixed sweet-and sour reception; Aap Ki Tareef; a farcical comedy; fathered by the Pakistan Art Council ran to crowded houses here this week.

'With more fun packed in it per minute than in any other Urdu drama, Aap ki Tareef was simply a rage with theatre goers who go in a big way for riproaring laughter.

The drama based on Philip Kings well-known play 'see how they run' was rendered in urdu and convincingly planted in Pakistani locale by Naeem Tahir and Yasmine Imtiaz Ali.

An all amateur cast drilled into perfection by the young director debonair Naeem Tahir, squeezed every ounce of drama latent in situations and rolled off their dialogue with case and force giving the show a ring of reality.

(Continued)

”آپ کی تعریف؟“ کا ریویو ”مارننگ نیوز کراچی“ کے اخبار میں چھپا۔

Scanned with CamScanner

ایک یادگار تصویر ـــــ نعیم طاہر (نوشاد) اور یاسمین امتیاز علی (بانو)، 1961ء میں

''آپ کی تعریف'' کی پہلی پیشکش میں سلیمہ فیض، محب اسد اور نعیم طاہر، 1961ء

مئی 1964ء۔ ایک یادگار تصویر۔ صدر ایوب خان، جنرل محمد موسیٰ اور نعیم طاہر
الحمراء میں استقبال کے موقع پر ـــــ نعیم طاہر نے نئی عمارت کا ماڈل دکھا کر تعمیر کے
لیے مالی معاونت کی پُرزور اپیل کی جو اسی وقت منظور کر لی گئی اور فنانس سیکرٹری
میاں تجمل حسین نے 10 لاکھ روپے کی پہلی قسط بجٹ میں شامل کر دی۔

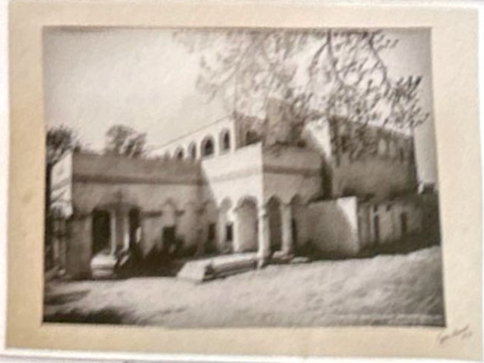

الحمراء کی قدیم عمارت جو اب یادوں میں رہ گئی ہے

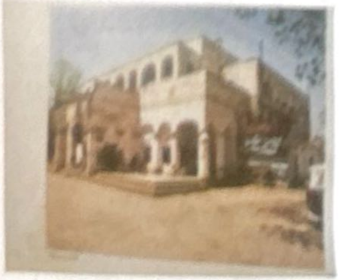

پرانا الحمرا خستہ حالت میں

الحمراء کا نیا ہال جو نیّر علی دادا نے ڈیزائن کیا

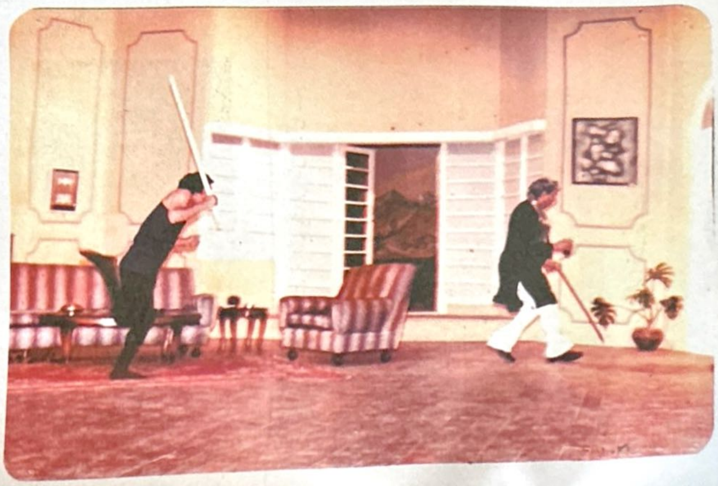

محمد قوی خان (پروفیسر طور) ڈنڈا پکڑے ایک دوسرے کردار کے اداکار سلمان شاہد کے تعاقب میں

بائیں سے دائیں: مسعود اختر، محمد قوی خان، یاسمین طاہر، محسن رضوی، جمیل بسمل اور سلمان شاہد

بائیں سے دائیں: محمد قوی خان، یاسمین طاہر، نجمہ محبوب (زمین پر) مسعود اختر، طلعت حفیظ اور سلمان شاہد

بائیں سے دائیں: سلمان شاہد، محسن رضوی، یاسمین طاہر، محمد قوی خان، مسعود اختر، جمیل بسمل اور نذیر ضیغم

طلعت حفیظ، مسعود اختر، نجمہ محبوب اور یاسمین طاہر

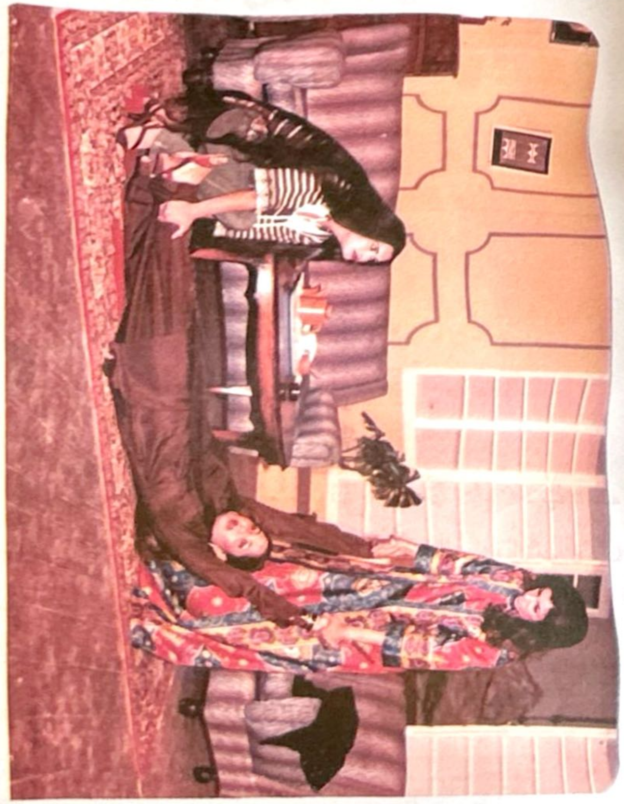

یاسمین طاہر، نجمہ محبوب اور طلعت حفیظ

ایک دلچسپ حقیقت

"آپ کی تعریف؟" پہلی مرتبہ نومبر 1961ء کو سٹیج ہوا۔ حصہ لینے والے ایک خاندان کی طرح ایک دوسرے سے شناسا ہوئے۔ نعیم طاہر اور یاسمین امتیاز علی ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

بعدازاں سلیمہ فیض اور شعیب ہاشمی کی شادی ہوگئی۔

دوسری پروڈکشن میں محمد قوی خان اور ناہید رانا کی شادی ہوئی۔

چند وضاحتیں اور نوٹ

1- "پاکستان ڈرامہ لیگ": میری تنظیم کا نام تھا جس کے تحت میں ڈرامے سٹیج کرتا رہا۔ یہ دور تقریباً 1965ء سے 1985ء تک رہا۔ اس کا "لوگو" (Logo) مشہور آرٹسٹ جناب سعید اختر نے تخلیق کیا۔ میں جناب سعید اختر کی فنکارانہ صلاحیتوں، بالخصوص ڈیزائن کے شعبہ میں اُن کی مہارت کا معترف ہوں۔ جناب سعید اختر صاحب ایک محترم استاد، ڈیزائنر، مصور، مجسمہ ساز اور نیک انسان ہیں۔

2- "آپ کی تعریف"، جس دور کا نمائندہ ڈرامہ ہے وہ اس تخلیقی تحریک کا تشکیلی زمانہ تھا اور الحمراء میں بہت بڑے بڑے فنکار، موسیقار، مصور اور ادیب اکثر اپنی شامیں گزارتے تھے۔ ان میں فیروز نظامی، اینا مولکا احمد، خالد اقبال، معین نجمی، مرتضیٰ بشیر، مس قاضی، عبدالرحمٰن چغتائی، خورشید شاہد، ظہورالاخلاق، احمد خان، نیّر علی دادا اور ان کے علاوہ محمد قوی خان، مسعود اختر، عطیہ اشرف، نذیر ضیغم، ریحانہ صدیقی، شریف خان پونچھ والے، حاجی شریف صاحب، استاد اللہ بخش اور بہت سے فنکار شامل تھے۔ یوں سمجھئے کہ

الحمراء اور اُس کی کینٹین ایک پسندیدہ مقام تھا جہاں دوستیاں اور تخلیقی کاروائیاں حتیٰ کہ ناراضگیاں اور اختلافات بھی پروان چڑھتے تھے۔ یعنی ایک مکمل زندگی کا عکس تھا۔ یہ زندگی تخلیق کاروں کے لیے بہت خیال انگیز تھی۔

اس سفر میں جو ہم سفر ہم سے بچھڑ گئے ہیں وہ اس فانی دنیا میں نہ سہی ہماری یادوں میں زندہ ہیں اور ہم اُن کے لیے دعا گو ہیں۔

3۔ ڈرامہ ''آپ کی تعریف؟'' اور اس کی پیشکش سے متعلق اضافی مواد بھی اس کتابچہ میں شامل ہے، جن میں اداکاروں کا تعارف، تصاویر، بروشر اور یہاں تک کہ اشتہارات بھی شامل ہیں۔ ان سب کی تاریخی حیثیت ہے۔
میرے تجربہ میں آیا ہے کہ کئی محقق ایسے مواد کی تلاش میں رہتے ہیں۔ سب سے بڑی مثال جناب سید امتیاز علی تاج کی ہے جنہوں نے اُردو ڈرامہ کی تاریخ مرتب کرنے اور مسودے اکٹھے کرنے سے پہلے 17 سال تحقیق کی اور متعلقہ مواد اکٹھا کیا۔ اس طرح پچھلے چالیس سال میں متعدد محقق اس تلاش میں رہے ہیں کہ قابلِ اعتماد مواد مل سکے۔
اُمید ہے یہ مواد محققوں کی کچھ معاونت کر سکے گا۔

نعیم طاہر

نوٹ:

اس کتاب میں ڈرامہ ''آپ کی تعریف'' کے تین بروشر شامل کیے گئے ہیں جب جب یہ میری نگرانی اور ہدایات کے تحت پیش کیا گیا۔

یہ بروشر اس ڈرامہ کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان میں ایسی مختصر تحریریں شامل ہیں جو اُن ادوار کی سوچ اور جذبوں کی آئینہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ اس ڈرامہ میں حصہ لینے والوں کے تعارف شامل ہیں۔ ان کمپنیوں کے اشتہارات جنہوں نے بروشر شائع کرنے میں مالی معاونت کی، اعتراف کے طور پر شامل کیے گئے ہیں۔ ان بروشرز کی مدد سے ڈرامہ کی ترویج کی تحریک میں مدد ملی۔ خاص طور پر اخبارات کے مبصر اپنی پسندیدگی سے حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ چند تراشے بھی اس مجموعے میں شامل ہیں۔

Scanned with CamScanner

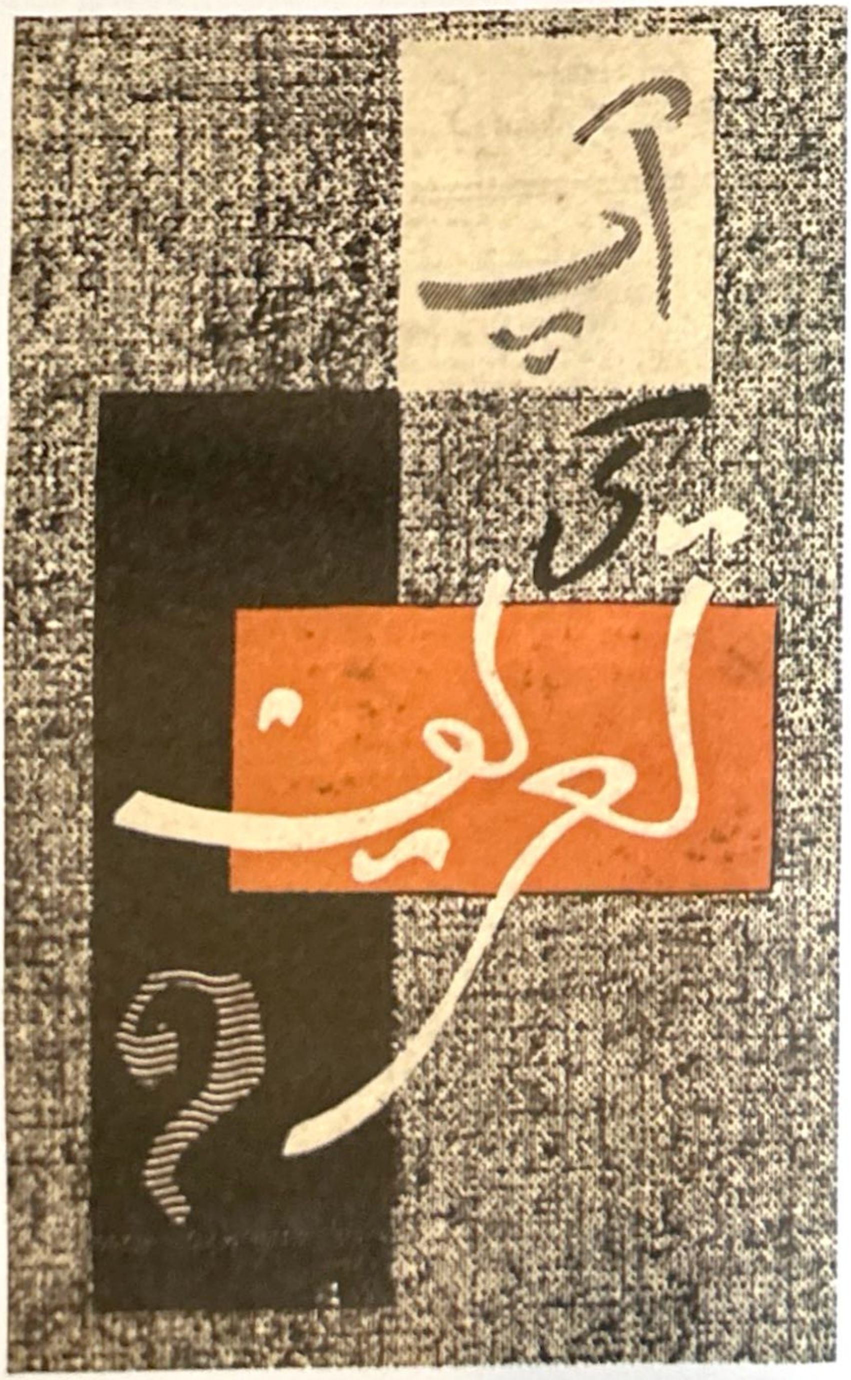

پہلی پروڈکشن کے بروشر کا ٹائٹل اور مندرجات

1961ء

پاکستان آرٹ کونسل، لاہور

کی

پیشکش

آپ کی تعریف ؟

ڈائرکٹر : نعیم طاہر

ماخوذ : یاسمین امتیاز علی، نعیم طاہر

۲۵ نومبر ۱۹۶۱ء سے

خواتین و حضرات !

اس بار ایک بڑا مشکل سوال پیدا ہو گیا تھا، سوال یہ تھا کہ کھیل سنجیدہ ہونا چاہیے یا مزاحیہ ؟

بہت سے دوستوں نے کہا کہ مزاحیہ کھیل ہونا چاہیے۔ کچھ دوستوں کا کہنا تھا کہ یہ کیا ہنستے تو رہتے ہی ہیں کبھی سنجیدہ بات بھی ہونی چاہیے ۔ میں سوچنے لگا کہ آپ کیا پسند کریں گے ۔ گو پرانی بات ہے لیکن پسنہ آپ نے "مجرم کون؟" ایسے سنجیدہ کھیل کو بھی کیا تھا ۔ مگر پچھلے دنوں "آداب عرض" اور "سوئے کہاں" کی آپ نے بیحد تعریف کی ۔ چنانچہ میں نے اور یاسمین نے سوچا کہ آجکل آپ ہنسنے ہی کے موڈ میں ہیں ۔ پھر پتے کی بات بھی کہنی ہو تو کیا ہنسی ہنسی میں نہیں کہی جا سکتی ؟ اس لئے فلپ کنگ کے اس کھیل "See How They Run" کو اردو کا جامہ پہنایا گیا ۔ چند باتیں مجھے اس میں امکان سے باہر معلوم ہوئیں لیکن جب میں نے تصور کا سہارا لیا تو کھیل کا لطف دو چند ہو گیا ۔ یہ چیز آپ بھی آزما دیکھئے ۔ آپ یقیناً خسارہ میں نہیں رہیں گے ۔

نعیم طاہر

کردار

(جس ترتیب سے اسٹیج پر آتے ہیں)

رانی - - - - - - - - - - - - سلیمہ فیض

مس چوھدری - - - - - - - - - میمونہ بیگم

پروفیسر اشفاق طور - - - - - - شعیب ہاشمی

بانو - - - - - - - - - - - - یاسمین امتیاز علی

نوشاد - - - - - - - - - - - نعیم طاہر

نووارد - - - - - - - - - - - محسن رضوی

پروفیسر ہاشمی - - - - - - - - محب اسد

پروفیسر محمود - - - - - - - - طارق حمید

انسپکٹر - - - - - - - - - - بختیار احمد

★

مقام - - - - - - - - - - - پشاور

زمانہ - - - - - - - - - - حال، وقت شام

یہ کھیل پردہ اٹھنے سے چند لمحے پہلے مالکوس راگ سے شروع ہوتا ہے جسے یاسمین امتیاز علی نے طالب جعفری کے ساتھ گایا ہے۔

سیٹ ڈیزائن — — مرتضیٰ بشیر

پہلا ایکٹ — اشفاق کا گھر
(تقریباً پانچ بجے شام)

دوسرا ایکٹ — اشفاق کا گھر
(تقریباً دس بجے رات)

(وقفہ دس منٹ)

تیسرا ایکٹ — اشفاق کا گھر
(فوراً بعد)

★

نگران اسٹیج - - - - - - - - - معین نجمی

تعمیر سیٹ - - - - - - - - - چراغ دین - اشرف

تزئین - - - - - - - - - - - مرتضیٰ بشیر
یاسمین امتیاز
سلیمہ فیض

میک اپ - - - - - - - - - - ہر کردار کا
اپنا اپنا

لباس - - - - - - - - - - - بختیار احمد

پبلسٹی - - - - - - - - - - نعیم طاہر
معین نجمی
خالد عزیز

صوتی اثرات - - - - - - - - - حسن ذکی کاظمی

برقیات - - - - - - - - - - مشتاق احمد
محمد یونس

معاونین

عطا محمد (معاونِ اعلیٰ) عبدالواسع

انور مرزا اسان اللہ

Scanned with CamScanner

تیسرا حصہ

’’آپ کی تعریف؟‘‘ ڈرامہ کا مکمل متن

پہلا ایکٹ

سین: کالج کے احاطہ میں پروفیسر اشفاق کے گھر کا سٹنگ روم جو نفاست سے سجا ہوا ہے۔ اسٹیج کے بائیں طرف چھوٹا سا زینہ جو اوپر سونے کے کمرے کی طرف جاتا ہے، اس کے آگے ایک دروازہ جو گیلری میں کھلتا ہے۔ پیچھے کی دیوار میں بڑا فرانسیسی دریچہ جس کے باہر خوبصورت باغیچہ ہے۔ اس دروازے سے کچھ آگے آتشدان ہے۔ ایک چھوٹی میز پر چائے کے برتن رکھے ہیں۔ سیڑھیوں کے ساتھ دیوار میں ایک بہت بڑی الماری ہے۔ پردہ اٹھنے پر اوپر کے کمرے سے بانو کے گانے کی آواز آتی ہے، جو غالباً ریاض کر رہی ہے۔ کبھی اونچی سُر میں تانیں لیتی ہے، کبھی نیچے سُروں میں۔ آواز خوب کھل کر لگا رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ۔۔۔ شور!! اسٹیج پر رانی ٹرے میں چائے کا سامان ٹرالی میں لے کر داخل ہوتی ہے اور مناسب جگہ پر ٹرالی کھڑی کر دیتی ہے۔ اوپر کے کمرے سے آتے ہوئے شور کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ رانی سیدھی سادی لڑکی ہے۔ اس انتظار میں کہ بانو سانس لینے کو رکے تو وہ کچھ کہے۔۔۔ تھوڑے وقفے کے بعد رانی سیڑھی کی طرف بڑھتی ہے۔ ذرا سی تان ٹوٹتی ہے تو۔۔۔

رانی: (چلاتے ہوئے) چائے۔۔۔ لیکن بے کار۔۔۔ چائے ایک عظیم الشان

تان میں گم ہو جاتی ہے۔ اب کی بار رانی بے حد اُونچی آواز میں کہتی ہے کہ کسی طرح بانو رُکے تو چائے! (دوسری تان میں "چائے" ڈوب جاتی ہے تو رانی اکتا کر) ۔۔۔ ہائے کیا مصیبت ہے۔ سیڑھیوں پر چڑھنے لگتی ہے۔ اوپر کے دروازے کے قریب پہنچنے والی ہوتی ہے کہ باہر گھنٹی بجتی ہے۔ آتی ہوں ذرا رکئے۔ بھابی چائے۔ بھابی۔۔۔ (پھر گھنٹی بجتی ہے) ارے آتی ہوں بابا (تیسری بار گھنٹی مسلسل بجتی ہی چلی جاتی ہے) اُفوہ۔۔۔ اونہہ (دروازے تک جاتی اور مس چودھری کو ساتھ لے کر آتی ہے)

آیئے، آیئے۔ اندر آجایئے۔

مس چودھری: گھر پر ہی ہیں (یعنی اشفاق گھر پر ہی ہیں)

رانی: بتاتی ہوں بھابھی کو۔

مس چودھری: اس کی کوئی ضرورت نہیں (یعنی محض اشفاق کو بتانا ہی بہتر ہے)

رانی: جی بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مس چودھری: (غصے سے) اے بات سُن لڑکی، مجھے نہیں ملنا تمہاری بھابھی سے۔ دو ایک باتیں پروفیسر صاحب سے کرنی تھیں۔

رانی: (سمجھ کر) اچھا! ہوں!! (ٹالتے ہوئے) وہ تو باغ میں ہیں۔

مس چودھری: ہاں! ہاں تو اُن سے۔۔۔

رانی: (جلدی سے) وہ ہدایات دے رہے ہیں مالی کو۔

مس چودھری: (غصے سے) بات سُنا کرو پوری۔ اُن سے کہہ دو میں آئی ہوں۔

رانی: (چڑانے کے انداز میں) ہلا جی، ہلا (جاتے ہوئے) اراری تراری (مس چودھری کے آگے دوپٹہ نچاتی ہے)

مس چودھری: ہونہہ، بدتمیز کہیں کی۔

رانی: (رُک کر) اس میں بدتمیزی کی کیا بات ہے، بھابی جان بھی تو گاتی ہیں۔

مس چودھری: (نفرت سے) بس بس 'بھابھی جان، بھابی جان' اور سنو! پروفیسر صاحب کو بتا کر میرا بائیسکل پورچ میں کھڑا کر دینا، بارش نہ آجائے۔

رانی: سائیکل۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ ہاہا۔۔۔!! (ہنستی ہوئی چلی جاتی ہے)

مس چودھری: سنو!۔۔۔ (مس چودھری یہ دیکھ کر کہ کمرے میں کوئی نہیں ہے، اِدھر اُدھر کا جائزہ لیتی ہیں۔ گانے کی مشق ابھی بھی جاری ہے جو انہیں بہت ناگوار گزرتی ہے، ہر چیز میں نقص نکالنے کی خاطر میز پر انگلی لگاتی ہے کہ گرد ہوا گرد ہے، نفرت سے) توبہ توبہ! (کہتی ہے اور پھر چائے کی طشتری میں دیکھتی ہے کہ کھانے کو کیا ہے۔ پروفیسر اشفاق کی آواز آتی ہے)

اشفاق: اچھا رانی میں مل لیتا ہوں (پروفیسر اشفاق آتے ہوئے نظر آتے ہیں، اشفاق خوش شکل آدمی ہیں، عمر کوئی چالیس کے قریب ہوگی۔ درمیانہ قد ہے۔ کرتا، پاجامہ اور واسکٹ پہنے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہیں) آداب عرض، مس چودھری معاف کیجئے گا آپ کو انتظار کرنا پڑا، دراصل بانو نے بتایا ہی نہیں کہ آپ چائے پر تشریف لا رہی ہیں۔

مس چودھری: (حقارت سے) جی ہاں وہ تو گانے کی مشق میں مصروف ہیں۔ بہرحال آپ تکلف نہ کیجئے، میں چائے پی چکی ہوں، صرف آپ سے ملنا تھا۔

اشفاق: ہاں ہاں، ضرور ضرور۔ لیکن چائے تو آ ہی چکی ہے، تکلف کی کیا بات ہے، آپ تشریف رکھئے نا (مس چودھری بیٹھ جاتی ہے۔ اشفاق سیڑھیوں کے قریب جاتا ہے) بانو۔۔۔! (گانے کی آواز اونچی ہوتی ہے) بانو!۔۔۔ (وقفہ) اونہوں۔ (خوشگوار انداز میں) بانو جب ریاض کرتی ہے تو بالکل کھو جاتی ہے۔ خیر کوئی بات نہیں، وہ بعد میں آجائے گی (چائے بنانے لگتا ہے)

مس چودھری: (بہت بن کر جیسے بہت تکلیف پہنچی ہو) اشفاق صاحب، میرے وقار کو بہت دھچکا لگا ہے۔

اشفاق: (چائے بناتے ہوئے بے خیالی میں) اوہو ہو، کہاں دھچکا لگا ہے آپ کو۔۔۔؟

مس چودھری: اشفاق صاحب مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے۔

اشفاق: (مس چودھری کی کوشش دیکھے بغیر) اوہ یہ چینی تو بہت فضول ہے، کتنی ڈالوں مس چودھری۔۔۔؟

مس چودھری: (اشفاق کے رویے سے فریز ہو کر) اشفاق صاحب، مجھے چائے نہیں پینی ہے۔ آپ صرف پانچ منٹ میری بات غور سے سُن لیجئے، صرف پانچ منٹ۔

(اشفاق بے خیالی میں عادتاً جیسے کلاس رُوم میں ہو، گھڑی دیکھتا ہے)

اشفاق: ہاں ہاں، ضرور ضرور۔ پانچ منٹ کی کیا بات ہے۔

(مس چودھری کو اشفاق کی یہ حرکت ناگوار گزرتی ہے)

مس چودھری: (اُونچی آواز میں) اشفاق صاحب میں Old Boys Reunion ڈنر کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔

اشفاق: (مس چودھری کی اُونچی آواز سے حیران ہو کر اس کی شکل دیکھتا ہے) جی کیا ہو گیا ڈنر کو۔۔۔؟

مس چودھری: اشفاق صاحب، کیا میں نے ڈنر کے انتظام میں کبھی آپ کو شکایت کا موقع دیا ہے یا سجاوٹ میں کوئی کسر اُٹھا رکھی ہے؟

اشفاق: نہیں، نہیں تو۔۔۔ کیوں؟

مس چودھری: آپ جانتے ہیں اشفاق صاحب! کہ ہر ایسے موقع پر یہ انتظام خود بہ خود

میرے ذمے ہوتے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں نے پچھلے سال دو ہزار روپے کی تصویروں کا عطیہ ہال کو سجانے کے لئے دیا تھا اور یہ ذمہ داری میرے سپُرد ہے، میرے سپرد۔

اشفاق: (بے خیالی میں) تقریباً زمانہ قبل از مسیح سے ہے۔

مس چودھری: اوہ! اشفاق صاحب، معلوم نہیں آج آپ کیسے مُوڈ میں ہیں۔

اشفاق: (چونک کر) ارے نہیں نہیں، مس چودھری۔ تاریخ کا پروفیسر ہونے میں یہ بہت نقصان ہے۔ مجھے عرصے سے یونہی قبل از مسیح کا خیال آجاتا ہے (ہنستا ہے) میرا مطلب ہے، میں جانتا ہوں آپ کئی سال سے یہ کام کرتی آرہی ہیں، جی ہاں تو؟

مس چودھری: (ڈرامہ پیدا کرتے ہوئے) اشفاق، آج شام جب میں اس مقصد سے وہاں پہنچی تو معلوم ہے میں نے کیا دیکھا۔۔۔؟

اشفاق: کیا۔۔۔؟

مس چودھری: ہال پہلے سے سجایا جا چکا تھا، کھانے کا انتظام ہو چکا تھا۔ بغیر مجھے اطلاع کیے، یہاں تک کہ وہ چبوترہ بھی جس پر میں کالج کا نشان بناتی ہوں، تیار ہو چکا تھا۔

(بانو کے گانے کی آواز پھر آتی ہے)

اشفاق: اوہو، تو آپ کو ظاہر ہے بہت ناگوار گزرا ہو گا۔ تت تت تت۔۔۔ لیکن یہ حرکت آخر کی کس نے؟

مس چودھری: (محتاط ہو کر) خیر مجھے کوئی بتاتا تو کیا لیکن مجھے یقین ہے کہ۔۔۔ (اوپر کی طرف ایک نظر ڈالتی ہے۔ تانوں کی بجائے اب محض گنگنانے کی آواز آتی ہے، اشفاق معذرت چاہنے کے انداز میں دیکھتا ہے) دیکھئے اشفاق صاحب، مجھے

Scanned with CamScanner

آپ سے کوئی شکایت نہیں، ہمارے تعلقات ہمیشہ بہت اچھے رہے ہیں، ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟

اشفاق: جی ہاں، جی ہاں۔ بالکل۔ چائے پیجئے نا!

مس چودھری: جی نہیں، شکریہ (بڑی حسرت سے) آہ! ہر شخص جانتا ہے ہمارے تعلقات بہت خوشگوار ہیں اور اس لئے مجھے یقین ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں (بانو اُونچے سُر میں کچھ گاتی ہے اور پھر مدّہم ہو جاتی ہے۔ مس چودھری نہایت غصے میں) اُونہہ! میرے خیال میں آپ کی بیگم صاحبہ گا چکیں تو میں کچھ عرض کروں!

اشفاق: جی؟ اس سے شائد آپ کو کچھ خلل محسوس ہوتا ہوگا۔ ٹھہریئے میں کہتا ہوں۔ (سیڑھیوں کی طرف جاتا ہے) بانو۔۔۔ بانو!!

(گانے کی آواز رک جاتی ہے)

بانو: (دُور سے) آتی ہوں۔ اشفی چائے آ گئی کیا؟

اشفاق: ہاں بھئی، کبھی کی آ چکی۔

بانو: ٹھہرو، میں خود آ کر بنا دُوں گی۔

مس چودھری: (بُرا سامُنہ بناتی ہیں)

اشفاق: مس چودھری آئی ہیں۔

بانو: چُوہڑی کون؟

اشفاق: (گھبرا کر) مس چودھری، مس چودھری؟

بانو: اچھا میری طرف سے آداب کہیے۔

اشفاق: جلدی سے آ جاؤ، اُنہیں بہت تکلیف پہنچی ہے۔

بانو: (دُور سے) اچھا ہوا۔

اشفاق: کیا؟۔۔۔

بانو: میں نے کہا اچھا ہوا کہ وہ آ گئی ہیں (اشفاق آ کر صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

اشفاق: (آواز میں خوشگواری پیدا کرتے ہوئے) بانو بھی بڑی زندہ دل ہے (ذرا سا ہنستا ہے) جی، تو کہاں تھیں آپ کچھ۔ اوہ ہاں، چبوترہ پر۔

مس چودھری: قصہ مختصر! اشفاق صاحب مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب آپ کی بیگم صاحبہ نے کیا ہے اور مجھے اس سے بہت تکلیف پہنچی ہے، صدمہ پہنچا ہے۔

اشفاق: (چونک کر پریشانی سے) اوہو ہو کمال ہے، یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے یعنی بہت افسوس ہے۔

مس چودھری: مجھے آپ کی بیگم صاحبہ سے کوئی ذاتی پَرخاش تو ہے نہیں، بے شک قسم لے لیجئے، لیکن ڈراموں میں پارٹ کرتے رہنے سے اور چار سال انگلینڈ میں رہنے کی وجہ سے وہ یقیناً بہت آزاد خیال ہو گئی ہیں، جسے دوسرے لوگ پسند نہیں کرتے۔ میرا تو خیر کچھ نہیں لیکن آپ کو خیال رکھنا چاہئے کہ شادی سے پہلے وہ بہت آزاد تھیں اور یہاں پشاور میں لوگ ذرا پرانے خیال کے ہیں۔

اشفاق: مس چودھری! شاید آپ کو معلوم ہو گا کہ بانو اس یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر کی بھانجی ہے اور اپنی ذمہ داری خوب سمجھتی ہے۔ اس پشاور کے رہنے والے یہ بھی خوب جانتے ہوں گے۔

مس چودھری: (گھبرا کر) جی ہاں، وہ تو میں جانتی ہوں بالکل۔ میرا مطلب تھا کل اُن کے ریہرسل میں چلے جانے اور لڑکوں سے بے تکلفی سے باتیں کرنے کے بارے میں لوگ کچھ کہہ رہے تھے۔ ویسے مجھے تو کیا اعتراض ہوتا؟

Scanned with CamScanner

(بانو اشفاق سیڑھیوں سے آتی ہے۔ 24-25 سال کی عمر، ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے)

بانو: (تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی) ہیلو! مس چودھری (شوخی سے چائے کی ٹرالی کی طرف بڑھتے ہوئے) معاف کیجئے گا مس چودھری، آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ بدن ذرا ٹوٹ رہا تھا، سوچا کچھ دیر لیٹ جاؤں، اتنے میں ماسٹر صاحب آگئے۔

مس چودھری: ظاہر ہے مسز اشفاق، ڈنر کے انتظام کی مصروفیتوں سے آپ کا بدن ضرور ٹوٹ رہا ہوگا (جلے ہوئے انداز میں)

بانو: (چائے بنانے کے لئے جھکتی ہے) ارے اشفی! چائے کس نے بنائی بھئی ۔۔۔! ہمارے یہاں تو نانی اماں ہی ہمیشہ چائے بنایا کرتی تھیں (بیٹھتے ہوئے) بہرحال چائے کو بڑی شدت سے جی چاہ رہا ہے، لیکن خود بناتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ لندن میں لوگوں کو کہتے سنا تھا کہ اگر دو آدمی ایک چائے دانی میں سے چائے بنائیں تو اُن میں شدید لڑائی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

مس چودھری: (حقارت سے) ہونہہ۔

بانو: ۔۔۔یا پھر کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کے یہاں اولاد ہو جاتی ہے اور بھئی ہمیں تو ابھی اس کی خاص طلب نہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا اشفی؟

اشفاق: اوہ بانو! خیر، خیر چائے بہت اچھی۔۔۔

بانو: اور میرا خیال ہے مس چودھری کو بھی ابھی تو کوئی ایسی طلب نہیں ہوگی۔

مس چودھری: مسز اشفاق !!

اشفاق: بانو (جلدی سے) چائے تو میں نے بنائی تھی۔

(جلدی سے بانو کیلئے چائے بناتا ہے)

بانو: ہاں میں نے کہا اشفاق، کچھ معلوم ہوا؟ پروفیسر محمود ڈھاکہ سے آج رات پہنچ رہے ہیں یا کل صبح؟

اشفاق: کچھ پتہ نہیں چلا۔ میں نے Reception کمیٹی سے احتیاط کہہ دیا تھا کہ کار اسٹیشن پر لے جائیں اور اگر وہ آج رات آجائیں تو یہاں پہنچا دیں۔

بانو: اوہو تو پھر کھانے کا انتظام کیسے ہوگا؟ خانساماں سے کہو، رُک جائے، ساڑھے دس گیارہ بجے تک۔

اشفاق: ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ انہیں اسٹیشن سے سیدھے کالج لے جائیں ڈنر پر۔ ڈنر ڈرامہ کے بعد ہے، اس وقت تک دس تو بج ہی جائیں گے۔ معلوم نہیں، اُس وقت ڈرائیور وہاں ہوگا یا نہیں۔

بانو: بھئی یہ تو Risky ہے۔ فرض کیجئے کہ ڈرائیور کو اطلاع نہ مل سکے اور وہ ان کو لے کر سیدھا یہاں آجائے اور نہ میں یہاں ہوں اور نہ تم۔

مس چودھری: اوہو تو اس میں ایسی کیا مصیبت ہے، آپ گھر پر رہ جائیے نا۔

بانو: جی ہاں، بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، اب تو اشفاق یونہی کرنا پڑے گا۔

اشفاق: بڑا افسوس ہے، لیکن مجبوری۔۔۔

بانو: اشفاق، یہ پروفیسر محمود کیسے مزاج کے آدمی ہیں؟

اشفاق: بھئی میں اُن سے کبھی ملا نہیں۔ ڈھاکہ میں سائنس انسٹی ٹیوٹ کے ہیڈ ہیں، کیمسٹری میں بہت کمال رکھتے ہیں۔ ویسے مزاج مجھے نہیں معلوم کیسا ہے۔

Scanned with CamScanner

بانو: معلوم نہیں میرا انتظام اُنہیں پسند آئے یا نہ آئے، خاص طور پر تقاریر کا چبوترہ، جہاں اُنہیں تقریر کرنی ہے۔

مس چودھری: ہونہہ۔۔۔

بانو: تم نے دیکھا ہے نا وہ چبوترہ۔ اوہ، مس چودھری آپ بسکٹ لیجئے

(چبوترے کے تذکرے پر اشفاق ذرا گھبرا جاتا ہے)

مس چودھری: (چبوترے کے تذکرے سے چڑ کر) قطعی نہیں، نہ مجھے چائے چاہیے، نہ آپ کے بِسکٹ۔

بانو: اوہ! (حیرت سے، غیر متوقع جواب پا کر) کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟

اشفاق: بانو! (وقفہ۔۔۔ بوجھل خاموشی)

بانو: پھر مجھ سے کچھ ہوا؟ (خاموشی) کیا تمہیں وہ چبوترہ پسند نہیں آیا؟ بھئی آپ لوگ بولتے کیوں نہیں، عجیب بات ہے۔ اچھا اگر میری غلطی ہے، تو میں مس چودھری سے خود پوچھ لوں گی، تم جاؤ کالج دیر نہ ہو جائے۔

مس چودھری: مسز اشفاق، مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا ہے، میں صرف پروفیسر صاحب سے پانچ منٹ کیلئے ملنے رکی تھی۔

بانو: مِس چودھری، یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی ہر پانچ منٹ کی ملاقات کے بعد ہم دونوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔

اِشفاق: نہیں نہیں بانو، ایسی کوئی بات نہیں۔ مس چودھری تو تمہاری بھلائی کیلئے کہتی ہیں۔ کالج کے پرانے لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہیں نا، اس لئے اُڑتی اُڑاتی باتیں ان تک آسانی سے پہنچ جاتی ہیں۔

بانو: مجھے یقین ہے کہ یہ خود اُڑتی اڑاتی باتوں کی کھوج میں رہتی ہوں گی۔

مس چودھری: اشفاق صاحب، میں اپنی بے عزّتی برداشت نہیں کر سکتی۔ مسز اشفاق

آپ کو یہاں آئے ہوئے تقریباً چھ مہینے ہو چکے ہیں اور میں نے آپ سے اچھے تعلقات رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔

بانو: ممکن ہے مجھ سے ہی کوئی غلطی ہو گئی ہو تو پھر مجھے کیوں نہیں بتایا جا رہا۔ اشفاق سے اکیلے میں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر پانچ منٹ کی ملاقات کے بعد ہم دونوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے، اس لئے مجھے اصرار ہے کہ مجھے بتایئے، کیا بات ہے۔

کیا ڈرامہ کی ریہرسل کا تذکرہ ہوا ہے؟

اشفاق: خیر کوئی خاص بات نہیں ہے، مس چودھری نے تذکرہ ہی کیا تھا۔ میرا خیال ہے تمہیں کچھ محتاط ہونا چاہیے۔

بانو: (احتجاجاً) کیا مطلب ہے محتاط ہو جانا چاہیے، آخر ریہرسل میں جا کر ڈرامے کی چند باتیں دوستانہ طور پر سمجھا دینے میں کیا خرابی ہے۔ آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں بلا وجہ لڑکوں لڑکیوں کو ڈانٹتی پھروں؟

مس چودھری: نہ نہ، میں تو بالکل دخل نہیں دیتی، لوگ باتیں بناتے ہیں۔ سمجھا دینے تک تو ٹھیک تھا لیکن اتنا رومانٹک حصہ کر کے دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟

بانو: اس لئے کہ دونوں وہ پارٹ کرتے ہوئے مجرم معلوم ہوتے تھے اور ڈرامہ میں پارٹ کرنا جرم نہیں ہے۔

اشفاق: بانو، وہ تو صحیح ہے لیکن کالج کے وائس پرنسپل کی بیوی سے کچھ احتیاطوں کی توقع کی جاتی ہے۔

بانو: معاف کیجئے، میں چند لمحوں کو یہ بھول گئی تھی کہ میں وائس پرنسپل کی بیوی ہوں اور خود کو محض انسان تصور کرنے لگی تھی۔ (چھوٹا سا وقفہ)

Scanned with CamScanner

اشفاق: مجھے اس حادثے کا افسوس ہے، خدا کرے۔۔۔آئندہ۔۔۔

بانو: (غصّے کو ضبط کرتے ہوئے) اشفاق، اگر جھگڑا ہو کر ہی رہنا ہے تو کم از کم ان (مس چودھری کی طرف اشارہ کرکے) خاتون کو رخصت ہو لینے دو۔

مس چودھری: (اس خیال سے کہ جھگڑا رک نہ جائے) اوہو، میں تو جا رہی ہوں (اُٹھتے ہوئے اشفاق کے قریب آ کر بھڑکانے کو) مجھے افسوس ہے آپ کی بیگم صاحبہ کو میری نیت پر شبہ ہوا ہے، لیکن خیر کوئی بات نہیں۔

اشفاق: مجھے بے حد افسوس ہے مس چودھری۔۔۔میں۔۔۔

مس چودھری: کوئی بات نہیں اشفاق۔ مسٹر اشفاق میں تو بھول بھی جاؤں گی۔ جس کا کام پڑھنا لکھنا ہو، وہ تنگ نظر نہیں رہتا۔ (بانو پر طنز)

بانو: جی ہاں، میں بھی آپ کی وسیع النظری کی داد دے رہی ہوں۔

(مس چودھری جل کر چلی جاتی ہے)

اشفاق: اوہ بانو پھر وہی۔۔۔ٹھہریئے مس چودھری، میں آپ کو بائیسیکل تک چھوڑ آتا ہوں۔ (مس چودھری دروازے کے باہر جاتی ہے۔ اشفاق بھی پیچھے پیچھے جاتا ہے)

بانو: (غصے سے اُونچی آواز میں) کتنی کہیں کی بدنیت!! (دروازے کی طرف جا کر) رانی! رانی۔

رانی: (آ کر) جی بھابی۔

بانو: خانساماں سے کہو چائے کے برتن لے جائے۔

رانی: یہ آدھی پیالی آپ نے چھوڑ دی بھابی۔

بانو: ہاں لے جاؤ، جی نہیں چاہ رہا۔

رانی: یہ بسکٹ بھی ویسے ہی پڑے ہیں۔ اوہ بھابی آپ پریشان ہیں؟ آپ

تو جانتی ہیں، مس چودھری آپ سے کتنا جلتی ہیں؟

بانو: جانتی ہوں۔

رانی: سب جانتے ہیں بھابی، مس چودھری نے بہت کوشش کی تھی، بھائی جان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی، وہ تو کچھ خدا ہی کو ترس آ گیا (رانی چائے کے برتن لے کر چلی جاتی ہے، اشفاق آتا ہے)

اشفاق: کتنی نامناسب بات ہے بانو، کیسی نازیبا حرکت ہے۔

بانو: ٹھیک ہے اشفاق، اب تم یہی کہو گے کہ میں بہت بری ہوں اور پھر جھگڑا ہو کر رہے گا، لیکن آخر یہ عورت یہاں کیا کرنے آتی ہے۔ کیا محض ہمارے گھر کا سکون تباہ کرنے کیلئے؟

اشفاق: (چھوٹا سا وقفہ) کل کے کھانے کا انتظام تم نے کیا ہے؟

بانو: ہاں تو۔۔۔!

اشفاق: تمہیں معلوم ہے کھانے کا اور ہال کی آرائش کا بندوبست ہمیشہ مس چودھری کرتی ہیں۔

بانو: مجھے کسی نے نہیں بتایا۔ کالج کی Reception کمیٹی میں چونکہ میرا نام ہے، اور مجھے آرائش میں دلچسپی ہے اس لئے میں نے کر دیا، لیکن وہ چڑیل کچھ اور ہی معنی پہنائے گی۔

اشفاق: اوہو۔۔۔بانو کچھ احتیاط سے لفظ استعمال کیا کرو، ایک معزز خاتون کو زیب نہیں دیتا۔۔۔

بانو: معاف کیجئے گا، مجھے وائس پرنسپل کی بیوی کا پارٹ کچھ اور توجہ سے کرنا چاہئے تھا۔

اشفاق: پارٹ کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا، تم وائس پرنسپل کی بیوی ہو۔ بنیادی

Scanned with CamScanner

غلطی تو یہی ہے کہ تم پارٹ کرنے کے خیال سے پارٹ کرتی ہو، پھر آزاد خیال ہو جاتی ہو۔ کاش تم یہ یاد رکھتیں کہ تم اس شخص کی بھانجی ہو جو یونیورسٹی کا وائس چانسلر رہ چکا ہے۔

بانو: اشفاق، میں جو ہوں وہی ہوں، کسی کی بھانجی یا بھتیجی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اشفاق: اوہ بانو، تم خوامخواہ مجھے چڑا رہی ہو اور سب باتیں چھوڑ دو، تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا ضروری ہے کہ تم یہ Tight لباس پہن کر ہر جگہ آیا جایا کرو۔

بانو: کیا خرابی ہے اس لباس میں؟ اشفی تم بڑے تنگ نظر ہو، کبھی آپ عام لوگوں سے ہٹ کر بھی سوچ لیا کرو۔ تم بتاؤ کیا خرابی ہے اس لباس میں، کیا چُست نظر آنا گناہ ہے یا سُست معلوم ہونا ثواب یا کم کپڑے میں پورا لباس تیار ہو جانا معیوب۔

اشفاق: وہ تو سب ٹھیک ہے، اب تم مس چودھری ہی کی بات کو لے لو۔

بانو: مس چودھری! وہ تو محض مجھ سے جلتی ہیں اور کچھ نہیں۔

اشفاق: بانو۔۔۔

بانو: میں ٹھیک کہ رہی ہوں اشفاق۔ وہ اس لئے جلتی ہیں کہ وہ مجھ سے جوان نہیں، مجھ سے چست نہیں۔ اُنہیں یہ لباس جچتا نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی نے اُن سے شادی نہیں کی۔

اشفاق: معلوم نہیں تمہیں آج کیا ہو گیا ہے، اپنے قابو میں ہی نہیں رہی ہو۔

(رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: معاف کیجئے گا۔

اشفاق: کیا بات ہے رانی؟

رانی: بھائی جان، کالج سے مشتاق صاحب آئے ہیں۔

اشفاق: اُن سے کہو میں آتا ہوں (دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے) اگر جناب کو ناگوار نہ گزرے تو ازراہ نوازش کپڑے ذرا ڈھب کے پہن لیا کیجئے

(باہر چلا جاتا ہے)

(بانو ایک رسالہ اُٹھا کر صوفے کی طرف بڑھتی ہے)

رانی: (دروازے میں سے جھانکتے ہوئے) بھابھی وہ ابھی تک یہیں ہیں۔

بانو: کون؟

رانی: وہی مس چودھری، گیراج میں ہیں۔

بانو: گیراج میں؟ وہاں کیا کر رہی ہیں؟

رانی: اپنی سائیکل ٹھیک کرنے کی کوشش میں ہیں، میں نے پنکچر کر دی تھی۔

(رانی دروازے میں سے ہی غائب ہو جاتی ہے)

(بانو بیٹھنے ہی والی ہے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے اور وہ اس کی طرف بڑھتی ہے)

بانو: (ٹیلیفون اُٹھا کر) ہیلو ہیلو 64421۔۔۔ جی، جی میں مسز طور بول رہی ہوں۔ ٹرنک کال! کہاں سے ہے؟ اچھا دیجئے۔۔۔ ہیلو! (اونچی آواز میں) ہیلو، جی کون بول رہا ہے۔۔۔ کون۔۔۔ اچھا اچھا، اوہ ماموں جان آپ؟ اُف۔۔۔ جی میں بانو بول رہی ہوں، جی کب آ رہے ہیں آپ؟ اچھا۔۔۔ تو آج ہی رات کیوں نہیں آ جاتے، کیوں؟ ہاں ہاں، تو اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے ہمارے لئے۔۔۔ میں تو کہہ رہی تھی آج ہی آ جاتے۔ آپ کو کام ہے تو اور بات ہے۔ اچھا تو پھر کب پہنچئے گا؟ کل صبح؟ ہُوں! اچھا ویسے پوری کوشش کیجئے گا آج آنے کی (اشفاق داخل ہوتا ہے) جی؟ نہیں نہیں، ماموں جان

پھر وہی بات (اشفاق کی طرف دیکھتے ہوئے) اچھا آپ پہنچئے تو سہی، میں آپ سے تمام پچھلے بدلے اتاروں گی۔ جی اب نہیں۔۔۔ لمبی باتیں ہیں، کل سہی، خُدا حافظ۔

(ٹیلیفون بند کر دیتی ہے)

اشفاق: کون تھا؟

بانو: ماموں جان۔

اشفاق: کون ماموں جان؟

بانو: ہاشمی ماموں۔

اشفاق: ڈاکٹر ہاشمی؟ وائس چانسلر صاحب؟

بانو: (بدستور بڑھتے ہوئے) ہوں۔

اشفاق: اوہ، تو تم کل کی کیا بات کر رہی تھیں۔

بانو: وہ کل یہاں پہنچ رہے ہیں۔

اشفاق: اوہ، لیکن میں تو ان سے کبھی ملا ہی نہیں ہوں، اور اگر وہ آ گئے اور میں گھر پر نہ ہوا تو کچھ بُرا معلوم نہ ہوگا؟

بانو: کہا تو یہی تھا کہ کل آئیں گے اور اگر آج آ بھی گئے تو کیا ہوا، میں جو گھر پر ہوں گی، تم اطمینان سے کھانے پر جاؤ (شیروانی لے آتی ہے)

اشفاق: (چیزیں لیتے ہوئے) اچھا پھر ہو ہی آؤں۔

بانو: (اشفاق کو شیروانی پہناتی ہے) تم دیر میں لوٹو گے کیا؟

اشفاق: کھانے کے بعد تقریروں وغیرہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، ممکن ہے اس میں دیر نہ لگ جائے۔

(رانی داخل ہوتی ہے)

اشفاق: (بانو سے مخاطب ہوتے ہوئے) اکیلے جی تو نہیں گھبرائے گا تمہارا؟

بانو: لاحول ولاقوۃ، گھبرانے کی کیا بات ہے اس میں؟

اشفاق: اچھا میں چلتا ہوں، خدا حافظ (بانو کوئی جواب نہیں دیتی ہے)

(پھر اشفاق بانو کے پاس جاتا ہے، رسالہ ہاتھ سے لے لیتا ہے اور کہتا ہے) تم اوپر جا کر کوئی گرم کپڑا پہن لو ورنہ ٹھنڈ لگ جائے گی (رانی سے) تم کہاں جا رہی ہو؟

رانی: بھائی جان، میری سہیلی شگفتہ کی شادی ہے، چلی جاؤں؟

اشفاق: چلی جاؤ، اچھا اچھا (اشفاق چلا جاتا ہے)

بانو: رانی واپس آ کر مہمانوں کا کمرہ ٹھیک کر دینا، کل مہمان آ رہے ہیں۔

رانی: جی اچھا (بے خیالی میں آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوتی ہے) آج شگفتہ کی شادی ہے۔ شگفتہ دلہن بنے گی، دلہن بن کر لڑکیاں کتنی اچھی لگتی ہیں۔ ایسے گھونگھٹ بھی نکال لیتی ہیں (گھونگھٹ نکال کر تھوڑی دیر خود کو آئینے میں دیکھتی رہتی ہے، پھر شرما جاتی ہے) رانی ایک دن کوئی آئے گا، ایک شوخ فوجی نوجوان آ کر کہے گا 'رانی! رانی!! تو میری رانی بن جا' (ہنس پڑتی ہے، دیر تک ہنستی رہتی ہے۔ کھڑکی میں مس چودھری آتی دکھائی دیتی ہے۔ رانی نے انہیں دیکھ لیا ہے لیکن مس چودھری نے رانی کو نہیں دیکھا ہے۔ جلدی سے پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہے)

(مس چودھری کمرے میں داخل ہوتی ہیں)

رانی: قریب آ کر ڈراتی ہے۔

مس چودھری: (ڈر کر اور گھبرا کر) اوہو! (پلٹ کر اسے دیکھتی ہے) اوہ، کیسی بدتمیز ہو تم؟

رانی: (ہنستی ہے) میں نے آپ کو آتے دیکھ لیا تھا۔

Scanned with CamScanner

مس چودھری: (شک سے) میرا سائیکل تم نے پنکچر کیا ہے؟

رانی: توبہ توبہ، مس چودھری، میں کیوں آپ کا سائیکل پنکچر کرنے لگی۔

مس چودھری: اب کیا کروں؟ گھر تو بہت دور ہے۔

رانی: (قریب آکر بہت بن کر) ہاں مس چودھری، یہ تو بڑی ہی افسوس کی بات ہے۔تت تت تت۔۔۔

مس چودھری: پروفیسر صاحب سے کہنا ذرا ٹھیک کروادیں۔

رانی: اوہ، یہ تو اور بھی افسوس ہے، مس چودھری وہ تو چلے گئے۔

مس چودھری: (چونک کر) چلے گئے؟ لیکن ان کی کار تو کھڑی ہے۔

رانی: (چڑانے کو) جب آپ گیراج میں تھیں نا تو کالج سے مشتاق صاحب آئے تھے، بھائی جان اُن کے ساتھ چلے گئے۔بس اب تو گھر پر صرف بھابی ہیں، ابھی بلاتی ہوں۔

مس چودھری: نہیں نہیں، اُنہیں بلانے کی ضرورت نہیں (گھبرا کر) تم خانساماں سے کہہ کر ہوا ہی بھروادو۔ کم از کم سائیکل والے کی دُکان تک تو چلی جاؤں

(اُٹھ کر دروازے کی طرف جانے لگتی ہے لیکن دروازے میں کیپٹن نوشاد کھڑا ہے جسے دیکھ کر رک جاتی ہے، نوشاد وجیہہ نوجوان ہے، عمر کوئی 26 سال ہوگی، فوجی وردی میں ہے)

نوشاد: آداب!

مس چودھری: (خشکی سے) آداب!!

رانی: (اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے) آداب!

مس چودھری: تم جانتی ہو انہیں؟

رانی: جی نہیں، ابھی تو نہیں۔

مس چودھری: بھئی کس سے ملنا ہے آپ کو؟

نوشاد: دراصل میں۔۔۔

مس چودھری: آپ کو مسز طور سے ملنا ہے نا۔۔۔

نوشاد: جی مسز کون۔۔۔؟

مس چودھری: مسز اشفاق طور، پروفیسر اشفاق کی بیوی۔ اُنہیں سے ملنا ہے نا آپ کو؟

نوشاد: (ہچکچاتے ہوئے) جی کیا عرض کروں، عجیب سی بات ہے۔ میں ایک خاتون کی تلاش میں ہوں۔ میں دراصل ڈیوٹی پر باہر گیا ہوا تھا، واپسی پر معلوم ہوا اُن کی شادی ہو چکی ہے، وہ میری چچازاد بہن ہیں، لیکن مجھے اُن کے میاں کا نام یاد نہیں رہا۔ میں اور وہ کالج میں بھی ایک ساتھ تھے۔

رانی: بس اُنہیں کی تلاش ہے آپ کو (اور کوئی پسند نہیں)

مس چودھری: شرم کرو بدتمیز۔

رانی: پھر کیا مس چودھری، میں نہ ہوتی تو شائد آپ بھی۔۔۔

مس چودھری: بکواس بند کرو (چڑ کر) بھئی کس سے ملنا ہے آپ کو؟

(نوشاد مسکراتا ہے۔ بانو سیڑھیوں سے اترتی ہے۔ نوشاد بانو کو دیکھ کر زینے کی طرف بڑھتا ہے)

نوشاد: (گرم جوشی سے) ہیلو! بانو۔

بانو: ارے نوشی! تم کہاں سے آگئے؟ (جلدی سے اُترتی ہے اور بڑے پیار سے ملتی ہے) کہاں غائب رہے تم اتنے دن؟

نوشاد: (ہنستے ہوئے) دیکھ لو، آخر آہی پہنچا اور بغیر اطلاع دیے۔

بانو: میں تم سے بے حد ناراض ہوں۔ عجیب آدمی ہو، ایک دم غائب ہو گئے

Scanned with CamScanner

اور ہم انتظار ہی کرتے رہ گئے۔

(مس چودھری بڑے غور سے یہ سب دیکھ رہی ہے)

بانو: اوہ! آپ ابھی یہیں تشریف رکھتی ہیں؟ اشفاق تو جا چکے۔

مس چودھری: (گھبرا کر) میں۔۔۔میں۔

بانو: جی جی، وہ جا چکے ہیں اور اب وہ بہت دیر میں لوٹیں گے۔

مس چودھری: وہ۔۔۔میں۔۔۔تو۔۔۔میں۔

بانو: (کاٹتے ہوئے) آپ اطمینان رکھیے، میں اُن سے کہہ دوں گی کہ آپ تشریف لائی تھیں اور یہ کہ صبح ناشتے سے پہلے پھر موجود ہوں گی۔

مس چودھری: اوہو، تو جا ہی تو رہی ہوں نا (غصے میں چلی جاتی ہے)

بانو: رانی ! جا کر مس چودھری کو سائیکل دے دو نا۔ اوہ، رانی یہ میرے کزن ہیں۔

رانی: (نوشاد سے) آداب! (کہتی ہوئی باہر چلی جاتی ہے)

نوشاد: آداب۔ بانو تم نے بڑی صفائی سے سب کو نکال دیا۔

بانو: ہاں فالتو لوگ مجھے پسند نہیں۔ اوہ، نوشاد کتنا اچھا ہوا تم آ گئے۔ کالج سے جو نکلے تو غائب ہی ہو گئے، ابھی کل ہی تم مجھے بہت یاد آئے۔ کل میں کالج ایک ریہرسل دیکھنے چلی گئی تھی۔ کیا سوچ رہے ہو؟

نوشاد: ایں، وہ مس چودھری کو تو تم نے نکال دیا، وہ پتہ نہیں کیا سمجھیں۔

بانو: (نفرت سے) اس عورت کو دیکھ کر نہ جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے، جیسے 104 درجے بخار چڑھ گیا ہو۔ بڑی خطرناک عورت ہے، ہر وقت میرے خلاف سازشیں کرتی رہتی ہے۔

نوشاد: ارے کیوں؟

بانو: بس اُسے نیند نہیں آئے گی، جب تک میرے میاں سے اُلٹی سیدھی نہ کہہ دے۔

نوشاد: تمہارے میاں سے!۔۔۔تو تم۔۔۔تم مسز بور ہو۔۔۔

بانو: مسز طور نوشاد۔۔۔اب تم طور کا یوں بیڑا غرق نہ کرو۔

نوشاد: لیکن حیرت ہے۔

بانو: کیا مطلب؟ حیرت؟؟

نوشاد: مطلب، تم سی لڑکی اور ایک سنجیدہ قسم کے پروفیسر سے شادی۔ تم تو بہت بڑی اسٹیج آرٹسٹ بننا چاہتی تھیں نا۔ یاد ہے ہم کس طرح اسٹیج کو پھر سے زندہ کرنے کے خواب دیکھا کرتے تھے، یاد ہے ہم کیا کہا کرتے تھے کہ ۔۔۔کیا کہا کرتے تھے۔۔۔؟ ہاں تھیٹر کے لئے زندگی وقف کر دیں گے (دونوں ہنستے ہیں)

بانو: (قدرے اُداس) ہاں یاد تو آتی ہیں وہ باتیں، لیکن خیر ایسی میں کون سی اچھی آرٹسٹ تھی کہ اسٹیج کو نقصان پہنچا ہوگا۔

نوشاد: شادی کے بعد خوش تو ہو نا۔۔۔؟

بانو: بہت خوش ہوں، بس کبھی کبھی اس شہر سے جی اُکتا جاتا ہے تو جی چاہتا ہے اُڑ کر لاہور پہنچ جاؤں۔

نوشاد: ہائے لاہور۔

بانو: تم اپنی کہو، نوکری کیسی ہے، چاٹگام سے کب لوٹے اور یہاں کیسے آئے۔ اچھا سُنو! چائے پیو گے۔

نوشاد: چائے نہیں پی کے چلا تھا۔

بانو: تکلف تو نہیں کر رہے ہو؟

Scanned with CamScanner

نوشاد: ارے نہیں بانو، بھلا اپنے گھر میں تکلّف کیسا۔

بانو: ہوں۔ اچھا تو تم کیا کرتے رہے اتنا عرصہ؟

نوشاد: بس کالج سے نکلے، کچھ تو کرنا ہی تھا۔ تم جانتی ہو مجھے فوج میں جانے کا کتنا شوق تھا، بس فوج میں چلا گیا۔۔۔ جب ہندوستان سے تعلقات خراب ہوئے تو پشاور کے قریب ہی ایک جگہ کیمپ لگا ہے۔ اب ہندوستانی قیدیوں کا انتظام میرے ذمّے ہے۔ ابھی کل ہی تو یہاں پہنچا ہوں اور آج تمہیں ڈھونڈتا ہوا اِدھر آ نکلا۔

بانو: تم نے بہت اچھا کیا، میں تو سوچ ہی رہی تھی کہ شام اکیلے گھر میں کیسے گزاروں۔ تم تو جانتے ہو، شاموں میں گھر میں رہنا مجھے بالکل پسند نہیں، اب تمہارے آجانے سے میری ہمت بندھ گئی ہے۔ بس تم اور میں ہوں تو کوئی نہ کوئی پروگرام تو بنتا ہی رہے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔۔۔؟

نوشاد: ضرور۔۔۔ضرور۔

بانو: تو چلو پھر آج ہی سے پروگراموں اور ہنگاموں کی ابتدا کی جائے۔

نوشاد: یعنی۔۔۔؟

بانو: یعنی کہ فوراً کہیں باہر چل دیں۔

نوشاد: چلو، لیکن سوچ لو، مس چودھری پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑے گا۔

بانو: ارے ان پر میری کسی حرکت کا کبھی اچھا اثر نہیں پڑ سکتا، اور اگر ہم اس وقت دونوں باہر گئے تو اُن کے لئے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات ہی نہیں ہو سکتی۔ اشفاق سے باتیں لگانے کیلئے مواد جو مل جائے گا، لیکن میں اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتی۔

نوشاد: پرواہ نہیں کرتی تو چلو، میں تو تیار ہوں۔

بانو: بس تمہاری یہی بات مجھے بہت پسند ہے، ہر وقت باہر چلنے کو تیار ہو جاتے ہو۔ لیکن سوال یہ ہے نوشاد کہ جائیں کہاں۔ ٹھہرو اخبار میں دیکھتی ہوں، شاید کوئی اچھی فلم ہی چل رہی ہو (اخبار لینے اُٹھتی ہے) (اچانک) ارے بس غضب ہو گیا، مزہ آ گیا، پر تم مان جاؤ بس۔

نوشاد: کیا ہو گیا، اب کچھ بولو بھی۔

بانو: ہونا کیا، چلو بس تھیٹر چلتے ہیں۔

نوشاد: تھیٹر۔۔۔! تھیٹر؟ یہاں پشاور میں تھیٹر بھی ہے؟

بانو: ارے کالج کا تھیٹر۔ وہاں Convocation کے پروگراموں میں آج رات ڈرامہ بھی ہو رہا ہے اور معلوم ہے کونسا ڈرامہ؟ اچھا بھلا بوجھو کونسا ڈرامہ ہو رہا ہے۔۔۔؟ (بانو بے حد Excited ہے)

نوشاد: توبہ، کس قدر Excited ہو تم، مگر کچھ بتاؤ بھی تو سہی۔

بانو: نہیں بوجھ سکے۔

نوشاد: بھئی اب بھلا مجھے کیا پتہ کونسا ڈرامہ ہو رہا ہے، تم بتا دو نا؟

بانو: بتا دوں۔۔۔؟ بس مزہ آجائے گا تمہیں بھی، بوجھو اگر بوجھا جائے۔ ایک Chance اور دیتی ہوں۔

نوشاد: خدا کے لئے تم ہی بتاؤ نا۔۔۔ بانو کہیں 'مجرم کون'۔۔۔

بانو: (بے حد Excited) ہاں نوشاد 'مجرم کون' ہی تو۔۔۔

نوشاد: (ہنستا ہے) نہیں! کیا واقعی؟

بانو: (ہنستی ہے) ہاں اور کیا؟ سچ کہہ رہی ہوں۔ اُف نوشاد، اس ڈرامہ سے کتنی پرانی یادیں وابستہ ہیں، کچھ یاد بھی ہے کتنی راتیں چلا تھا یہ کھیل؟

نوشاد: 140 راتیں۔ اور کس قدر فخر تھا ہمیں اس بات پر کہ اس سے پہلے کبھی

کوئی کھیل اتنا نہیں چلا تھا۔

بانو: تو چلیں پھر آج؟

نوشاد: یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ چلو اور ابھی چلو، لیکن اس بات کا ذمہ تمہارا کہ کالج والے مجھے باہر نہ نکال دیں، کیونکہ مجھے اپنے سارے Dialogues یاد ہیں اور کچھ عجب نہیں جو میں وہاں بیٹھا بیٹھا باآواز بلند اپنی لائنیں بولنے لگوں۔

(دونوں ہنسنے لگتے ہیں)

بانو: تو پھر طے ہو گیا نا کہ۔۔۔

نوشاد: تو چلو۔ اٹینشن، کوئیک مارچ، لیفٹ رائٹ، لیفٹ رائٹ۔۔۔

(دونوں باہر جاتے ہیں اور اسی انداز میں واپس آتے ہیں)

نوشاد: کیوں کیا ہوا؟

بانو: ایک بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ Function تو صرف یونیورسٹی والوں کیلئے ہے اور Formal ہے۔

نوشاد: پھر۔۔۔؟

بانو: تم اپنی وردی میں جاؤ گے تو فوراً پہچانے جاؤ گے، کیونکہ وہ تو سب اچکن میں ہوں گے۔

نوشاد: پھر اب کیا کیا جائے؟

بانو: (گہری سوچ میں ہے) ہوں، وہی سوچ رہی ہوں۔ کتنا مزا آتا اگر ہم وہاں جاتے، تو میں تو سارا پروگرام بنا چکی تھی۔ ہائے اللہ۔

نوشاد: (سگریٹ لینے اٹھتا ہے) واقعی بڑا لطف آتا۔

(رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: معاف کیجئے گا۔

بانو: ارے رانی، تم ابھی گئی نہیں؟

رانی: جی آدھے راستے سے لوٹ آئی ہوں۔

بانو: کیوں کیا ہوا؟ کچھ بھول گئیں؟

رانی: بھائی جان کی پتلون۔

بانو: کیا۔۔۔؟

رانی: آپ نے کہا تھا نا کہ استری کروا تی لاؤں، کل کے لئے۔

بانو: ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ اچھا ٹھہرو، میں ہی جا کر لاتی ہوں (نوشاد سے) میں ابھی آئی بس ایک منٹ میں (چلی جاتی ہے۔ کچھ دیر خاموشی رہتی ہے۔ نوشاد رانی کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے جو بدستور بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی ہے۔ وہ بھی نوشاد کے مسکرانے پر۔۔۔ بڑی ادا کے ساتھ مسکراتی ہے، نوشاد کو دلچسپی پیدا ہوتی ہے)

نوشاد: کیا نام ہے، تمہارا؟

رانی: (بڑی بن کر) کیوں کیا بات ہے؟

نوشاد: ارے کوئی بات ہے ہی تو پوچھ رہے ہیں نا۔

رانی: میرا نام رانی ہے، رانی۔

نوشاد: رانی، ہوں۔

رانی: ہاں رانی، کیوں آپ کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں؟

نوشاد: اتنے پیارے سے نام پر اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔

رانی: شکریہ۔

نوشاد: میرا نام معلوم ہے؟

رانی: (شرما کر سر ہلاتی ہے) کیا ہے؟

نوشاد: ارے، جب تم خود بوجھ ہی نہیں سکتیں تو اب خود بتا کر فائدہ۔

(بانو سوٹ لے کر اوپر سے اترتی ہے)

بانو: یہ لو، دھوبی سے کہنا کہ ذرا اچھی طرح استری کرے، اشفاق کو اس کی ضرورت ہوگی۔

رانی: فکر مت کیجئے، ایسی استری کرواؤں گی کہ۔۔۔

بانو: اچھا اچھا اب جاؤ، دیر ہو جائے گی۔

رانی: (الماری سے شیروانی نکال کر دکھاتے ہوئے) بھابھی اسے بھی استری کروالاؤں؟

بانو: نہیں یہ تو پرانی ہے، اشفاق نے اس سال نئی شیروانی بنوائی ہے۔

رانی: جی اچھا (کہہ کر چلی جاتی ہے)

نوشاد: خوب چیز ہے یہ بھی۔

بانو: کون خوب چیز ہے؟

نوشاد: یہ رانی۔

بانو: ہائیں (نوشاد کا کان پکڑ کر گھماتی ہے)

بانو: آئیڈیا، نوشاد آئیڈیا (نوشاد کو گھما دیتی ہے)

نوشاد: ارے ارے یہ کیا؟

بانو: (ذرا دور ہٹ کر اس کا جائزہ لیتی ہے) دیکھوں (ذرا سوچ کر) ہوں۔

نوشاد: بھئی آخر یہ سب کیا ہے؟ اچانک میرا Inspection شروع کر دیا۔

بانو: (گھورتے ہوئے) ہاں میرا خیال ہے ٹھیک رہے گا، فِٹ آجائے گا۔

نوشاد: ارے کیا فِٹ آجائے گا، بتاتی تو کچھ ہو نہیں۔

بانو: ذرا یہ پہن کر دیکھو (اشفاق کی پرانی شیروانی دیتی ہے)

نوشاد: یہ کیا ہے؟ برقعہ؟

بانو: نہیں نہیں، اشفاق کی اچکن ہے۔

نوشاد: کیا؟ یعنی میں اشفاق کی شیروانی پہنوں۔ کیوں؟

بانو: بھئی وہاں سب اچکن پہنے ہوں گے نا، تم بھی۔۔۔

نوشاد: نہ بابا، پہچانا جاؤں گا تو مصیبت آجائے گی۔ ہم فوجی آدمی سمارٹ قسم کا لباس پہننے کے عادی ہیں۔

بانو: 'مجرم کون' نوشاد۔ ذرا سوچو تو سہی کتنا لطف آئے گا۔ انکار نہ کرو نوشاد، پلیز۔

نوشاد: اچھا اصرار کرتی ہو تو مان لیتے ہیں تمہاری بات، لیکن واپسی پر یونیفارم پہننا یاد دلا دینا، کہیں اسے ہی پہن کر کیمپ چلا جاؤں۔

بانو: کب پہنچنا ہے تمہیں واپس؟

نوشاد: بارہ بجے سے پہلے۔

بانو: اوہ، پھر تو بہت وقت ہے۔ ڈرامہ تو نو بجے ختم ہو جائے گا، اس کے بعد کھانا ہے۔ ہم لوگ کھانے میں نہیں جائیں گے، بس ڈرامہ دیکھتے ہی لوٹ آئیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟ تم لوٹ کر کپڑے بدل لینا۔

نوشاد: لیکن بانو، کہیں اشفاق کو بُرا نہ لگے۔

بانو: نہیں، بُرا نہیں لگے گا۔

نوشاد: دیکھو بانو، ایک بات سنجیدگی سے سنو۔ تمہاری نئی نئی شادی ہوئی ہے اور تمہارے میاں سے میری ملاقات تک نہیں ہوئی ہے، کہیں انہوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو پتا نہیں کیا سمجھیں گے۔

بانو: سمجھیں، تو سمجھا کریں، آج شام کے لئے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔

Scanned with CamScanner

نوشاد: کیوں، آج شام کے لئے کیوں؟

بانو: آج ہم دونوں میں ذرا جھگڑا ہوا ہے۔

نوشاد: پر سمجھو۔

بانو: سمجھو وجھو کچھ نہیں (بانو اندر جاتی ہے اور پاجامہ لے کر واپس آتی ہے) لو یہ لو، میں ابھی آتی ہوں۔

نوشاد: یہ کیا ہے؟

بانو: پاجامہ۔

نوشاد: پاجامہ!!

بانو: ہاں بھئی۔

نوشاد: فنکشن Formal ہے نا؟

بانو: ہاں بھئی، بتایا تو Formal ہے۔

بانو: اچھا Formal ہے یعنی وہاں صرف پاجامہ پہن کر جاؤں؟؟

بانو: ارے بھئی، پتلون کی بجائے یہ پاجامہ پہن لو اور اوپر سے شیروانی پہن لینا۔

نوشاد: اور یہ اتنا بڑا کالر ہے قمیض میں۔

بانو: ارے بھئی، اسے اندر کر لینا۔

نوشاد: اوں ہوں، خراب تو مت کرو۔

بانو: اور ہاں سُنو، اگر کوئی تمہارا نام پوچھے تو محمود بتانا۔

نوشاد: کیوں، محمود کیوں؟ نوشاد کیوں نہ بتاؤں؟

بانو: اس لئے کہ اس نام کے ایک صاحب کونووکیشن میں شرکت کرنے کے لئے آج ہمارے یہاں پہنچ رہے ہیں اور اشفاق نے انہیں کبھی دیکھا نہیں

ہے۔

نوشاد: لیکن میں تو۔۔۔

بانو: بس اب یہ کپڑے لے کر جاؤ اور وہاں بدل آؤ (دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے دھکیلتی ہے)

نوشاد: ارے ارے، ذرا ٹھہرو تو سہی، مجھے اپنا پارٹ تو یاد کر لینے دو۔ میرا نام محمود ہے، پروفیسر محمود۔۔۔ اور میں Convocation میں شرکت کے لئے آیا ہوں۔

بانو: (ہنستی ہے) اب تم جاؤ نا۔

نوشاد: تو تم مجھے اس کمرے میں کیوں بھیج رہی ہو؟

بانو: اس لئے حضور کہ اس کمرے میں مَیں جو ہوں۔

نوشاد: (اچانک سمجھتے ہوئے) اوہ، اچھا اچھا سمجھ گیا، میں ذرا کچھ ڈَل سا ہو گیا ہوں۔ (کمرے کی طرف جاتا ہے) لیکن بھئی، اس بات کی تم گواہ ہو کہ یہ سب گھپلا تم کروا رہی ہو مجھ سے، میں اس کے لئے تیار نہیں تھا۔

بانو: اچھا بابا، اچھا۔

نوشاد: سچ کہتا ہوں، بڑا ڈر لگ رہا ہے (چلا جاتا ہے)

بانو: (دوسرے دروازے کی طرف جا کر پکارتی ہے) رانی۔۔۔ رانی۔۔۔

نوشاد: (فوراً دروازے میں سے جھانک کر) اب خدا کے لئے اسے یہاں تو نہ بلاؤ۔ وہ کیا سوچے گی کہ میں وردیاں بدلتا پھرتا ہوں۔

بانو: نہیں نہیں، یہاں کہاں بلا رہی ہوں۔ میں تو اطمینان کر رہی تھی کہ چلی بھی گئی ہے یا نہیں (واپس آ کر صوفے پر بیٹھ جاتی ہے، گنگنا رہی ہے)

نوشاد: اس گانے سے بھی کتنی پرانی یادیں وابستہ ہیں۔

بانو: اس گانے سے؟

نوشاد: ہاں، یاد ہے سب کس قدر پریشان رہا کرتے تھے، کیوں کہ اس شو میں تمہیں یہ گانا گانا ہوتا تھا اور سب پریشان ہوتے تھے کہ شو کی رات تم سے ٹھیک سُر بھی نکلیں گے یا نہیں کیوں کہ تم اکثر بے سُری ہو جایا کرتی تھی۔

بانو: (احتجاج سے) نوشاد۔۔۔

نوشاد: ہاں اور کیا، کس قدر بے سُری ہوتی تھیں۔

بانو: (غصے سے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے) ہرگز نہیں۔ یہ جھوٹ ہے، سراسر جھوٹ ہے (دوسرے کمرے کے اندر داخل ہو کر فوراً باہر نکل آتی ہے) اوہ، معاف کرنا۔ I am extremely sorry

نوشاد: کوئی بات نہیں (باہر نکل آتا ہے) میں کپڑے بدل چکا تھا۔ غلط وقت پر داخل ہو جاتی ہو، ڈرامہ کی عادت نہیں رہی نا تمہیں۔

بانو: دیکھوں۔ ادھر آؤ (اس کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے) لاؤ میں ٹھیک کر دُوں، ادھر پلٹو۔

نوشاد: اب کیا ہے؟

بانو: ہلو مت۔

نوشاد: ارے ارے کیا کر رہی ہو، کہیں مس چودھری تو نہیں سمجھ لیا مجھے؟

بانو: اس وقت تو کاش واقعی مس چودھری میرے قابو میں ہوتیں۔

نوشاد: بانو، اس کالر کا کیا سائز ہے؟

بانو: پندرہ سے زیادہ اور کیا ہوگا۔

نوشاد: صرف پندرہ۔ ارے بھئی، میرا سائز تو سولہ ہے۔

بانو: ارے ایک انچ چھوٹا بھی ہو گیا تو کیا ستم ہو جائے گا۔

نوشاد: ستم تو صرف اتنا ہوگا کہ میں چل دوں گا۔

بانو: اچھا اچھا، اب فضول باتیں مت کرو (بے حد کوشش سے بٹن لگا دیتی ہے)

نوشاد: اُف میرے اللہ! نگلا تو بالکل نہیں جا رہا۔۔۔

بانو: ہاں تو مت نگلو نا، مُنہ میں حلوہ بھر رکھا ہے۔

نوشاد: بہت اچھا جناب! آپ جیسے کہیں (نوشاد آئینے کے سامنے جا کر کہتا ہے) واہ! کیسا کالا کوا لگ رہا ہوں۔

بانو: اچھا لاؤ اپنی یونیفارم دو۔ اب اسے چھپانے کا مسئلہ ہے، کوئی ایسی جگہ ڈھونڈنی چاہیے جہاں کسی کی بھی نظر نہ پڑے۔

نوشاد: (شیروانی کے بک کو دیکھتا ہے اور اُس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے کہاں لگاتے ہیں) (وہ بانو سے پوچھتا ہے) بانو اسے کہاں لگاتے ہیں؟

بانو: (بک دیکھ کر) اس کے بارے میں کہہ رہے ہو نا؟

نوشاد: ہاں ہاں، یہ جو کُنڈا سا ہے اِسے کہاں لگاتے ہیں؟

بانو: (کبھی ادھر کبھی ادھر لگا کر دیکھتی ہے، لیکن جب کہیں نہیں لگتا تو چھوڑ دیتی ہے اور کہتی ہے) اسے ایسا ہی رہنے دو۔

نوشاد: ایسا ہی رہنے دُوں۔ اچھا بھئی، جیسے تمہاری مرضی۔

بانو: (اِدھر اُدھر دیکھتی ہے، پھر سامنے دراز نظر آتی ہے) ہاں یہاں ٹھیک رہے گی۔ اسے کبھی کوئی نہیں کھولتا (یونیفارم اُس میں رکھ دیتی ہے) آؤ نوشاد! کس قدر اشتیاق ہے مجھے 'مجرم کون' دیکھنے کا، میں سوچتی ہوں شیریں کا پارٹ کون کرے گا؟ میں تو تمہیں یاد ہوگا، رو پڑا کرتی تھی اسٹیج پر، اور جناب میرے آنسو دیکھ کر لوگ کتنے Impress ہوا کرتے تھے۔

Scanned with CamScanner

پتہ نہیں یہ خاتون بھی روئیں گی یا نہیں؟

نوشاد: اور میں سوچتا ہوں، کون وہ بیچارہ بدنصیب ہوگا جو پرویز کا پارٹ کرے گا، سوائے گالیوں کے اور پٹائی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

بانو: کیا مطلب اس سب سے؟

نوشاد: تمہیں معلوم ہے کیا مطلب ہے، وہ سبھی بھول گئیں جب شاہوعزیز کا راز تم پر کھلتا تھا تو تم میرا کیا حشر کیا کرتی تھیں؟

بانو: کیا کرتی تھی؟

نوشاد: استغفراللہ، جو میری گت بنتی تھی وہ میں ہی جانتا ہوں۔ دے گالیوں پر گالیاں، الزام پر الزام۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک تھپڑ بھی رسید کر دیا جاتا تھا۔

بانو: ہرگز نہیں، مجھے تو کوئی تھپڑ مارنا یاد نہیں۔

نوشاد: نہیں جی، بھلا آپ کو کیا یاد رہے گا، ہم سے پوچھئے۔ اب تک یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی ابھی پڑا ہو، اور ویسے مارتی بھی ہمیشہ غلط فقرے پر تھیں۔

بانو: خواہ مخواہ۔

نوشاد: خوامخواہ کیا؟ تمہارا فقرہ ہوتا تھا 'جھوٹے، فریبی، دغاباز، مکار' تمہیں 'مکار' پر تھپڑ مارنا ہوتا تھا۔

بانو: ہاں تو 'مکار' پر ہی تو مارا کرتی تھی اور کیا؟

نوشاد: جی نہیں، جناب آپ ہمیشہ دست مبارک کا استعمال دھوکے باز یا فریبی پر ہی کر لیتی تھیں اور میں اس کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتا تھا اور نتیجہ یہ کہ تھپڑ منہ پر آ پڑتا تھا۔

بانو: ہاں ہاں تو اور کیا، اگر اتنی دیر رکتی تو تم وہاں سے ہٹ ہی جایا کرتے اور تھپڑ مارنے کیلئے سارے اسٹیج پر تمہارے پیچھے بھاگنا پڑتا۔

نوشاد: خوامخواہ پیچھے بھاگنا پڑتا تھا۔۔۔؟ میں بدنصیب تو تمہارے پیچھے ہی کھڑا ہوتا تھا۔

بانو: نوشاد!

نوشاد: دراصل، تم مجھے اس لئے مارا کرتی تھیں کہ میں تم سے پارٹ اچھا کیا کرتا تھا۔

بانو: خوامخواہ۔

نوشاد: خوامخواہ ہی تم مجھ سے جلتی تھیں۔

بانو: نوشاد کس قدر زیادتی ہے تمہاری، یعنی میں تم سے جلتی تھی۔

نوشاد: اور کیا جلتی تو تھیں یا پھر تم اپنی لائنیں بھولتی ہوگی۔

بانو: خوامخواہ لائنیں بھولتی تھی۔

نوشاد: اچھا تم کو اپنی لائنیں یاد ہیں؟

بانو: بالکل یاد ہیں۔

نوشاد: تو پھر کر کے دیکھ لو۔

بانو: بالکل کر کے دیکھ لو۔

نوشاد: یاد ہے کہاں سے شروع کرنا ہے۔

بانو: کہاں سے؟

نوشاد: بس، نہیں نہ یاد۔

بانو: نہیں نہ یاد کیا۔ مجھے کیا معلوم کہاں سے شروع کرنا ہے۔

نوشاد: وہاں سے شروع کرو 'ہاں تو پرویز صاحب' سمجھیں۔

Scanned with CamScanner

بانو: ہاں ہاں سمجھ گئی، کروں شروع ؟

نوشاد: ہاں شروع کرو، لیکن تم ذرا ادھر ہوا کرتی تھیں۔

بانو: ہاں ہاں، یاد ہے اور تم وہاں کہاں کھڑے ہو،تم تھوڑے ادھر ہوا کرتے تھے۔

نوشاد: ہاں ہاں ٹھیک ہے،شروع کرو۔

(نوشاد اور بانو اپنی اپنی جگہ لیتے ہیں)

بانو: ہاں تو پرویز صاحب۔

نوشاد: شیریں۔

بانو: (شیریں کے روپ میں) تم سمجھتے ہو میں تمہاری باتوں پر اعتبار کروں گی، ہرگز نہیں۔تم جیسے شخص پر۔۔۔

نوشاد: (پرویز کے روپ میں) میری بات تو سنو شیریں۔

بانو: تمہاری بات !!

نوشاد: میں تم سے کوئی غلط بات نہیں کہوں گا شیریں۔

بانو: تم سمجھتے ہو اس سب کے بعد میں تمہاری باتوں کا یقین کرلوں گی۔

نوشاد: (شیریں کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) خدارا میری صرف ایک بات سُن لو۔

بانو: چھوڑ دو میرا ہاتھ، چھوڑ دو۔ دُور ہٹو (نوشاد بانو کو اپنے قریب کھینچتا ہے۔ وہ اس سے دُور ہوتی ہے،اسی کشاکش میں) مجھے تم سے نفرت ہے، گھِن ہے، چلے جاؤ یہاں سے۔ جاؤ جاؤ یہاں سے، کمینے انسان۔

نوشاد: بکومت شیریں۔ یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں ہر وقت مناتا ہی رہوں گا۔ میرا کام تمہارے سامنے صفائی پیش کرنا تھا، اگر تم مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی ہو تو تمہاری مرضی، لیکن تمہیں گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں

ہے۔

بانو: مجھے تم پر بالکل اعتبار نہیں ہے، جھوٹے، دغاباز۔

(نوشاد برابر بانو کو پکڑے ہوئے ہے اور وہ چھڑوا رہی ہے۔ کھڑکی میں سے مس چودھری آتی دکھائی دیتی ہیں۔ کمرے میں داخل ہو کر دونوں کو لڑتا دیکھتی ہیں۔ وہ دونوں اپنی مصروفیت میں مس چودھری کو نہیں دیکھ پائے)

مس چودھری: میں۔۔۔(اچانک نظر پڑتی ہے) مسز طور، طور صاحب آپ۔۔۔

(نوشاد اور بانو بدستور ڈرامہ بول رہے ہیں)

طور صاحب۔ خدا کے لئے میں جانتی ہوں کہ آپ۔۔۔خدا کے لئے طور صاحب (مس چودھری، نوشاد، اور بانو اپنی اپنی بول رہے ہیں) دیکھئے یہ بڑی بُری بات ہے، کل تو Convocatin بھی ہے اور آپ لوگ آج! بس مسز طور (بانو کے قریب جاتے ہوئے)

بانو: (چیخ کر) جھوٹے، فریبی، دغاباز، مکار (آخری لفظ پر تھپڑ مارتی ہے، جو عین وقت پر نوشاد کے ہٹ جانے سے مس چودھری کو جا لگتا ہے اور وہ لڑکھڑا کر صوفے پر گرتی ہیں) (نوشاد اور بانو مس چودھری کو گرتے دیکھ کر بھونچکے رہ جاتے ہیں۔ نوشاد اُس کو سرہانے سے اور بانو پیروں کی طرف سے جھک کر دیکھتی ہے۔ پھر دونوں سیدھے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور متوازی چلتے ہوئے سر پکڑ کر Settee پر بیٹھ جاتے ہیں۔ بانو سر اُٹھاتی ہے، اُسے کوئی بات سوجھی ہے۔ جلدی سے لپک کر سائڈ بورڈ کی طرف جاتی ہے اور اُس میں سے برانڈی کی بوتل اور گلاس نکالتی ہے۔ نوشاد اُچک کر کھڑا ہو جاتا ہے اور گلاس تھامتا ہے۔ بانو اس میں برانڈی انڈیلتی ہے۔ نوشاد مس چودھری کی طرف جا کر فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے اور مس چودھری کا سر تھام کر اسے برانڈی پلانے کی

Scanned with CamScanner

کوشش کرتا ہے، مس چودھری اس طرح نہیں پیتی۔ مایوس ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے، پھر سرہانے سے بازو پکڑ کر مس چودھری کو اُٹھاتا ہے۔ بانو اس کے پیر پکڑ کر اٹھاتی ہے اور دونوں اسی طرح مس چودھری کو اُٹھا کر Settee پر ڈال دیتے ہیں۔ نوشاد میز پر سے برانڈی کا گلاس اُٹھاتا ہے اور Settee کے پیچھے سے آ کر دائیں ہاتھ سے مس چودھری کا سر لگا کر اُسے برانڈی پلانے کی کوشش کرتا ہے)

دوسرا ایکٹ

سین: وہی جو پہلے ایکٹ میں تھا۔

اُسی روز تقریباً دس بجے رات (پردہ اُٹھنے پر اسٹیج پر مکمل تاریکی ہے۔ صرف کھڑکی میں سے چاند کی روشنی کمرے میں داخل ہو رہی ہے۔ چند لمحے سکوت کے بعد اشفاق کی آواز کہیں باہر سے آتی ہے)

اشفاق: اچھا بھئی، تو پھر کل صبح ملاقات ہوگی۔ شب بخیر۔

ایک آواز: شب بخیر۔

(اشفاق دھیرے دھیرے سیٹی بجاتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے اور کمرے میں اتنی تاریکی دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے)

اشفاق: ہیں کمال ہے، اس قدر اندھیرا (کھڑکی میں سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔ جا کر کھڑکی بند کر دیتا ہے، پھر مُڑ کر دیکھتا ہے) عجیب بات ہے (شیروانی کے بٹن ڈھیلے کرتا ہے، پھر خیال آتا ہے کہ دیکھے بانو کہاں ہے، آواز دیتا ہے) بانو! (شیروانی اتار کر ایک طرف ڈال دیتا ہے، اس بار آواز ذرا بلند ہے) بانو! (غنودگی کے عالم میں کپکپاتی اور سُست سی نسوانی آواز سنائی دیتی ہے، کمرے ہی میں سے کچھ گنگنانے کی کوشش ہے)

مس چودھری: (اُونچے سُر میں جانے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن آواز پلٹ کر کرانے کا سا اثر پیدا کرتی ہے)

اشفاق: (گھبرا کر) یہ کیا چیز تھی ؟ (کھڑکی سے ہٹ کر صوفے کے قریب آتا ہے) بانو! بانو!! تم ہو بانو (گھبرا کر جلدی سے بتی آن کر دیتا ہے، مس چودھری صوفے پر دراز ہیں۔ سر ایک طرف ڈھلکا ہوا ہے اور ہاتھ میں گلاس ہے۔ بوتل سامنے میز پر پڑی ہے، حیرت سے) مس چودھری !!

مس چودھری: (بہت کوشش سے ایک آنکھ کھولتی ہے اور اشفاق کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہے اور مُنہ ہی مُنہ میں بُڑ بُڑاتی ہے)

اشفاق: (بے حد خوفزدہ) اوہ! میرے خدا، مس چودھری یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟

مس چودھری: (اُسی سُر میں) (اشفاق کو گھورتے ہوئے، گلاس ہاتھ سے گر جاتا ہے)

اشفاق: (گلاس اور بوتل لے جا کر سائیڈ بورڈ پر رکھ دیتا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کرے) مس چودھری ! (ذرا ہلاتے ہوئے) مس چودھری ،آپ کی طبیعت ٹھیک ہے ؟ (مس چودھری سر اُٹھا کر دیکھتی ہے اور پھر سر گرا دیتی ہے) میں آپ کو سہارا دوں ؟

مس چودھری: (اسی طرح) سہارا؟ سب سہارے ٹوٹ گئے، جب تیرا سہارا ٹوٹ گیا۔

اشفاق: (پریشان ہو کر، التجائیہ انداز میں) پلیز مس چودھری ، ذرا سنبھلنے کی کوشش کیجئے، حیرت ہے یہ آپ کو کیا ہو گیا۔ یہ کیا حالت بنائی ہے آپ نے ؟

مس چودھری: اوہ ،میری گردن۔

اشفاق: کیا ہو گیا ہے آپ کی گردن کو؟

مس چودھری: میری گردن کی ہوا نکل گئی ، پنکچر پنکچر۔

اشفاق: (سہارا دے کر بٹھاتا ہے) ٹھہریئے ، میں آپ کی گردن دبا دُوں (اسکی گردن پر ہاتھ رکھتا ہے)

مس چودھری: یہ تم مجھے کیا کرنے لگے ہو؟

اشفاق: آپ کی گردن دبانے لگا ہوں (اشفاق اس کی گردن کو چھو رہے ہیں، مس چودھری کو سُرور آمیز گدگدی ہوتی ہے۔ ذرا ساGiggle کرتی ہیں)

مس چودھری: (اس کے سامنے اُنگلی نچا کر) تم بڑے وحشی ہو(Giggle ، پھر اور قریب آ کر ذرا غور سے اشفاق کو دیکھتی ہے، تو پہچان لیتی ہے، ایک مسکراہٹ سے) ا۔و۔و تم تو بڑے اشفی ہو۔و۔و۔۔!!!

اشفاق: جی مس چودھری ، میں اشفاق ہی ہوں۔ بہتر ہوئی آپ کی طبیعت ؟

مس چودھری: بہتر کیوں ہوتی ؟ میں تو بہت مزے میں ہوں ۔ نیند آ رہی ہے اشفی ، نیند !!

اشفاق: (قدرے سختی سے) مس چودھری ! اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے، آخر یہ کیا کھیل ہے؟

مس چودھری: کھیل ؟ کھیل سب اُس عورت کا ہے، اس نے مجھ کو تھپڑ مارا 'ٹھائیں' یوں ۔ (اشفاق کو مارنے لگتی ہے لیکن اشفاق جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہے) (مس چودھری صوفے پر لیٹ جاتی ہیں)

اشفاق: یہ کیا بے ہودگی ہے، آخر تمام شام یہاں کیا ہوتا رہا ہے، بولئے؟

مس چودھری: (Giggle) نہیں نہیں ، کبھی نہیں اشفی ، میں کبھی کسی کو نہیں بتاؤں گی۔

اشفاق: لیکن میں پوچھ کر رہوں گا۔

مس چودھری: (فیصلہ کن انداز میں بیٹھ کر) نہیں ،کبھی نہیں (اشارہ کرتی ہے) یہاں آؤ (اشفاق قریب آتا ہے، اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے) میں تمہارا یہ راز اپنے سینے میں چھپائے رکھوں گی (اشفاق جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیتا ہے)

اشفاق: میرا یہ راز؟

مس چودھری: ہاں، اس عورت کے ہاتھوں تمہاری گت بنتے میں نے دیکھ لیا تھا۔

Scanned with CamScanner

اشفاق: لاحول ولا قوۃ! کس عورت کی باتیں کر رہی ہیں آپ؟

مس چودھری: (جذبات سے) اوہ اشفاق! میرا دل خون ہو گیا، تمہارے نازک گالوں پر تھپڑ۔ تت تت تت (پھر لیٹ کر گانے لگتی ہے) چی۔ چوں۔ چاچا، گھڑی پہ چوہا ناچا۔ چی چوں، چی چوں، چی چوں۔۔۔!!!

اشفاق: بے چاری کو سرسام ہو گیا ہے (اٹھتا ہے اور ایک مجبوری اور بے چارگی کے عالم میں ادھر اُدھر نظر ڈالتا ہے پھر سائڈ ٹیبل کی طرف جا کر اس میں سے یوڈی کلون نکال کر اُسے سونگھاتا ہے) لیجئے یہ سونگھئے!

مس چودھری: (ایک عظیم الشان سانس کھینچتی ہیں) اُوں ہُوں، میرے وطن میں آ گئی، میں آ گئی (اور صوفے پر گر پڑتی ہے)

اشفاق: ارے رے رے، یہ میں نے کیا کر دیا؟ (پریشانی کے مارے بُرا حال ہو جاتا ہے) ارے مس چودھری! یا اللہ (گھبرا جاتا ہے اور الماری میں سے برانڈی نکال کر گلاس میں انڈیلتا ہے) مس چودھری یہ لیجئے، یہ پی لیجئے۔

مس چودھری: (پی لیتی ہے)

دل کچھ اُداس رہتا ہے
خِدّہ جنّے کس کے پاس رہتا ہے

(یہ کہہ کر اشفاق کی گود میں سر رکھ دیتی ہے۔ رانی داخل ہوتی ہے، دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ اشفاق سنبھلنے کی کوشش کرتا ہے، اور مس چودھری سر اٹھا کر دیکھتی ہیں)

رانی: (حیرت سے) اوہ (رکتے ہوئے) نہیں نہیں، میری فکر نہ کیجئے، میں تو جا رہی ہوں (جلدی سے باہر نکل جاتی ہے)

اشفاق: رانی، رانی! یہاں آؤ (رُعب سے) (رانی آتی ہے) دیکھو، مس چودھری کی طبیعت بہت خراب ہے۔

رانی: کیوں کیا ہوا؟

اشفاق: معلوم نہیں، بس ابھی میں یہاں آیا تو اُن کی۔۔۔ اُن کی۔۔۔ یہ حالت تھی۔۔۔!!!

رانی: (خوب سمجھتے ہوئے) جی جی!

اشفاق: اور بانو بھی گھر پر نہیں ہیں۔

رانی: جبھی تو۔۔۔ اور بھلا کیوں؟

اشفاق: معلوم ہوتا ہے کوئی عجیب واقعہ ہوا ہے اس گھر میں، یہ تو بالکل اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔

رانی: (طنز سے) ظاہر ہے۔

اشفاق: تمہیں کچھ پتہ ہے، یہ یہاں کیسے آ گئیں؟

رانی: جی بس، اب میرا مُنہ نہ کھلوایئے (رانی جاتی ہے)

اشفاق: کیا قصہ ہے آخر؟ کیوں نہیں رانی؟ (ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے) اوہ! (ٹیلیفون اُٹھا لیتا ہے) ہیلو ہیلو، یس پروفیسر اشفاق، جی ہاں بول رہا ہوں، پولیس! کون؟ قیدی؟ کہاں سے نکل بھاگا ہے؟ کیمپ سے؟ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کے احاطے میں گھس گیا ہے؟ اوہ، اچھا بھئی میں کیا احتیاط کر سکتا ہوں۔ پستول بھی ہے اس کے پاس، اچھا صاحب پھر تو کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ خدا حافظ (ریسیور رکھ دیتا ہے اور ماتھے سے پسینہ پونچھتا ہے) رانی، رانی (چڑ کر مس چودھری کو جھنجھوڑ ڈالتا ہے) مس چودھری! (اٹھ کر بیٹھ جاتی ہیں) مس چودھری! آپ گھر نہیں جائیں گی؟

مس چودھری: کس کے ساتھ؟ (اونگھنے لگتی ہے، اشفاق جلدی سے پھر جھنجھوڑ دیتا ہے)

اشفاق: سُنئے سُنئے، ابھی فون آیا ہے کہ ایک ہندوستانی قیدی جیل سے فرار ہو گیا

ہے اور اس طرف آتا دیکھا گیا ہے۔

مس چودھری: آنے دو۔ میں شیرنی ہوں، جس کے منہ کو خون لگ چکا ہے۔

(رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: آپ نے بلایا بھائی جان؟

اشفاق: (رانی کی طرف بڑھتے ہوئے) رانی میرے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دو، بانو کہاں گئی؟

رانی: میں نہیں اس میں دخل دیتی۔

اشفاق: ہونہہ، ارے بھئی یہ مس چودھری یہاں کب پہنچیں؟

رانی: مجھے کیا پتہ۔

مس چودھری: (نشے میں ہی) کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی اس طرف، کبھی اس طرف، ارے میں نے خود دیکھا، ان دو آنکھوں سے دیکھا، کیا سمجھتے ہو ---؟ مجھے سب پتہ ہے۔

اشفاق: (مس چودھری کی مہمل باتیں سن کر پلٹتا ہے) وہی تو پوچھ رہا ہوں، کیا دیکھا آپ نے! مس چودھری؟

مس چودھری: اور زبان؟ توبہ توبہ۔ کبھی یہ گالی اور کبھی وہ گالی۔ اُف---

اشفاق: آپ کیا کہہ رہی ہیں مس چودھری؟ کس کے بارے میں کہہ رہی ہیں؟

مس چودھری: کوئی بات نہیں اشفی، مجھے سب پتہ ہے (اشفاق کی ٹائی پکڑ کر بڑے راز کے انداز میں) کبھی ادھر، کبھی ادھر--- ہیں نا؟

اشفاق: افوہ! کیا مصیبت ہے؟

مس چودھری: ارے گھبراؤ مت اشفی جان (اپنی طرف اشارہ کرکے) یہاں سے آگے بات کہیں نہیں نکلے گی۔ نہیں مانتے، اچھا بھئی میں وعدہ کرتی ہوں کسی کو

نہیں بتاؤں گی، لیکن ہائے ہائے بیچارے اشفی کی کیا گت بن رہی تھی۔ خیر خیر، کوئی بات نہیں، یہ تمہاری اور اس چڑیل کی اپنی باتیں ہیں نا؟

اشفاق: میری گت؟ (حیرت سے)

مس چودھری: مجھے پتہ ہے، مجھے معلوم ہے I know تمہاری غلطی ہے، لیکن بے وفائی (راز سے) یعنی جفا، یہ کبھی چھپ نہیں سکتی۔ ہیں نا؟ کیا خیال ہے؟

اشفاق: بے وفائی یعنی جفا؟

مس چودھری: ہاں وہی تو۔ میں نے خود دیکھا ہے، اپنی دو آنکھوں سے دیکھا۔

اشفاق: ہاں ہاں، ضرور دیکھا ہوگا، مگر کیا دیکھا آپ نے مس چودھری؟

مس چودھری: اشفاق صاحب، اگر آپ کو نہیں یاد کہ یہاں کیا ہو رہا تھا تو چلو چھٹی ہوئی، چھٹی Holiday، اشفاق صاحب چھٹی (آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور صوفے پر دراز ہو جاتی ہے)

اشفاق: (رانی کی طرف مُڑ کر) اس سب سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ سب بیکار ہے، رانی! میرا خیال ہے، مس چودھری کو آج رات یہیں رہنا پڑے گا۔

رانی: (بے حد حیرت سے) کیا---؟

اشفاق: مس چودھری کی طبیعت بہت زیادہ خراب معلوم ہوتی ہے۔

رانی: لیکن انہیں اس نوبت پر پہنچایا کس نے؟ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔

اشفاق: تو میری طرف اس طرح کیا دیکھ رہی ہو، ان کی اس حالت کا میں تو ذمہ دار نہیں ہوں۔

رانی: تو پھر اس نشہ کی وجہ؟

اشفاق: بکومت رانی۔ تم بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو، جاؤ جا کے مس چودھری کے بستر کرنے کا بندوبست کرو۔

Scanned with CamScanner

رانی: (ڈانٹ سے ذرا ڈر جاتی ہے) (دروازے کی طرف جاتی ہے)

اشفاق: جاؤ، جلدی کرو، ابھی مس چودھری کو اوپر بھی پہنچانا ہے (رانی چلی جاتی ہے۔ اشفاق اپنے آپ سے) لیکن بانو جا کہاں سکتی ہے؟ (ادھر ادھر ٹہلتا ہے، پھر سوچ کر ٹیلیفون کرنے لگتا ہے) ہیلو، ہیلو! کہاں سے بول رہی ہیں آپ؟ اچھا اچھا، مسز اعجاز، میں اشفاق بول رہا ہوں، مزاج اچھے ہیں آپ کے؟ معاف کیجئے آپ کو زحمت ہوئی، لیکن کیا بانو آپ کے یہاں آئی ہیں؟ اچھا۔ جی؟ وہ اصل میں بات یہ تھی کہ ابھی ابھی پولیس کی طرف سے فون آیا تھا کہ ملٹری کیمپ سے ایک قیدی بھاگ گیا ہے۔ جی ہاں، اور سنا ہے اس کے پاس پستول بھی ہے۔ جی ہاں خطرناک بات تو ہے ہی، اسی لئے تو پریشان ہو کر آپ کو فون کیا ہے، کیونکہ بانو گھر پر نہیں ہیں۔ سوچا شاید آپ کے یہاں ہوں۔ اچھی بات۔ معاف کیجئے گا، آپ کو زحمت ہوئی، خدا حافظ، شب بخیر (ٹیلیفون رکھ دیتا ہے) (اتنے میں باہر گڑ بڑ کی آواز آتی ہے۔ اشفاق دروازے کے طرف لپکتا ہے) کون ہے؟ (دوسرے کمرے میں جھانکتے ہوئے) ارے کون ہے، جواب دو؟ (دوسرے کمرے میں ڈر کے جاتا نہیں، جلدی سے لوٹ کر کھڑکی بند کر دیتا ہے)

(رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: جی بھائی جان!

اشفاق: رانی، میری ہاکی اسٹک کہاں ہے؟

رانی: اجی ہاکی اسٹک سے بھی انہیں ہوش نہیں آئے گا۔

اشفاق: فضول باتیں مت کرو، جو بات پوچھی جائے بس اُسی کا جواب دیا کرو۔

رانی: (اشارہ کرتے ہوئے) اس دراز میں ہے، اور کہاں ہوتی۔

اشفاق: رانی میں دیکھ رہا ہوں تم کچھ عرصے سے بہت بدتمیز ہوتی جارہی ہو، اگر تمہارے یہی طور طریقے رہے تو تمہیں اماں کے پاس بھیج دوں گا۔

رانی: فکر مت کیجئے، اگر اس گھر کے یہی طور طریقے رہے تو میں خود ہی اماں کے پاس چلی جاؤں گی۔

اشفاق: (دراز کھولتا ہے) لاحول ولا قوۃ (نوشاد کی وردی نکالتا ہے) رانی یہ کس کی ہے؟

رانی: میری تو بہر حال نہیں ہے۔

اشفاق: وہ تو ظاہر ہے (اچانک) یااللہ (ڈر جاتا ہے) رانی رانی! تم باورچی خانے کا دروازہ بند کر کے آئی ہو؟

رانی: میرا خیال تو ہے۔

اشفاق: خیال کی بات نہیں، جاؤ جلدی سے دیکھ کر آؤ۔

رانی: لیکن۔۔۔!

اشفاق: (چلا کر) جاؤ میرا مُنہ کیا دیکھ رہی ہو، جو کہا وہ کرو۔ دروازہ بند کر کے فوراً آجاؤ (رانی چلی جاتی ہے) میرا خیال ہے اس گھر میں کوئی بہت بھیانک واقعہ گزر چکا ہے۔ معلوم نہیں، پولیس کو اطلاع دینا ٹھیک بھی ہے یا نہیں (پھر اور نمبر ڈائل کرتا ہے) ہیلو، ہیلو (اتنے میں پچھلا دروازہ آہستہ سے کھلتا ہے اور ایک آدمی فوجی یونیفارم پہنے اور ہاتھ میں ایک لوہے کی سلاخ لے کر داخل ہوتا ہے۔ اچانک اشفاق پلٹ کر دیکھتا ہے تو وہ شخص بالکل قریب پہنچ چکا ہے، گھبرا کر) کون ہو تم؟ (نووارد اشفاق کے سر پر کچھ دے مارتا ہے۔ اشفاق بے ہوش ہو کر نووارد کی بانہوں میں گر جاتا ہے۔ نووارد اسے گھسیٹتا ہوا کھانے کے کمرے میں لے جاتا ہے۔ رانی کمرے میں داخل ہوتی ہے)

رانی: (داخل ہوتے ہوئے) کر دیا بند میں نے دروازہ (گھوم کر اِدھر اُدھر دیکھتی ہے، پھر حیران ہوکر) بھائی جان! (گھبرا کر) بھائی جان! (اتنے میں ٹیلیفون پر نظر پڑتی ہے تو ریسیور لٹک رہا ہے) ارے یہ کیا؟ (پھر پکارتی ہے) بھائی جان! (ٹیلیفون اُٹھا کر) ہیلو! ہیلو، ہیلو۔۔۔

مس چودھری: ہیلو!

رانی: (اُچک کر) اوہو! (پھر مس چودھری کو دیکھ کر) اچھا تو آپ ہیں۔

مس چودھری: (بیٹھتے ہوئے) میں کہاں ہوں؟

رانی: (ریسیور واپس رکھتے ہوئے) جہاں آپ کو ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

مس چودھری: کیوں! کیا ہوا؟

رانی: جی بالکل، یہی سوال میں آپ سے بھی کرنا چاہتی ہوں کہ یہاں کیا کچھ ہوا ہے؟

مس چودھری: وہ کہاں ہیں؟

رانی: کون، بھائی جان؟

مس چودھری: ہاں، اوہ توبہ بیچارے کی کیا گت بنی تھی، کبھی دائیں، کبھی بائیں۔

رانی: اب دوبارہ مت شروع ہو جائے (نقل اتارتے ہوئے غصہ سے) کبھی دائیں، کبھی بائیں۔

مس چودھری: اس کمرے کو کیا ہوگیا ہے، یہ چکر کیوں کاٹ رہا ہے؟

رانی: جی یہ کمرہ چکر نہیں کاٹ رہا، آپ کا سر چکرا رہا ہے۔ نشہ جو چڑھا ہوا ہے آپ کو۔

مس چودھری: نشہ کس بات کا، طاقت کا نشہ؟

رانی: وہ تو آپ کو اور بھائی جان ہی کو معلوم ہوگا۔ شرم نہیں آتی آپ دونوں کو

ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے۔

مس چودھری: رانی میں نے کیا کیا ہے؟

رانی: یہ تو وقت ہی بتائے گا آپ کو۔

مس چودھری: رانی میری طبیعت کچھ اچھی نہیں ہے۔ مجھے ایسے لگتا ہے جیسے میں بے ہوش ہونے والی ہوں۔

رانی: نہیں، اب اس زحمت کی ضرورت نہیں۔ ٹھہرئیے میں آپ کو۔۔۔(میز کی طرف بڑھ کر بوتل میں سے برانڈی لاتی ہے) یہ لیجئے، یہ تھوڑی سی اور ٹھونسیے۔ کوئی مضائقہ نہیں، جبکہ آپ کو پہلے ہی اتنا نشہ چڑھا ہوا ہے تو بہتر ہے کہ آپ سو ہی جائیں (مس چودھری پی لیتی ہے) کیوں، بہتر ہوئی طبیعت؟

مس چودھری: رانی، یہ برانڈی تھی؟ اُف کہیں یونیورسٹی میں بات پہنچ گئی تو بڑی بدنامی ہوگی۔

رانی: ہاں یہ تو ہے، اور کچھ عجیب نہیں جو آپ یونیورسٹی سے نکال دی جائیں۔ لیکن خیر آج رات تو معلوم ہوتا ہے آپ ہر چیز کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں (دروازے پر گھنٹی بجتی ہے) ارے کوئی آیا ہے شاید!

مس چودھری: رانی، مجھے اس حالت میں یہاں کوئی دیکھ نہ لے۔

رانی: چلنے کے قابل نہیں ہیں آپ۔

مس چودھری: ہاں ہاں، کیوں نہیں (اُٹھنے کی کوشش) میری روح مجھے رقص پر آمادہ کر رہی ہے۔ (اُلٹی سیدھی حرکتیں ہیں)

رانی: وہ تو ٹھیک ہے، لیکن آپ کی ٹانگیں فی الحال رقص پر آمادہ نہیں ہیں (رانی سہارا دے کر مس چودھری کو اُٹھاتی ہے، اتنے میں پھر گھنٹی بجتی ہے) آتی ہوں

Scanned with CamScanner

(مس چودھری کو سہارا دے کر کھڑا کرتی ہے) آپ یہاں رُکیئے، میں دیکھتی ہوں کون ہے (دروازے کی طرف جاتی ہے کہ اتنے میں مس چودھری لڑھک جاتی ہے، رانی واپس لوٹ کر پھر اسے کھڑا کرتی ہے) (گھنٹی کی آواز پھر آتی ہے)

ارے بابا آتی ہوں، آتی ہوں (چلی جاتی ہے)

مس چودھری: (تنہا ہے) دنیا میں اکیلا کیوں چھوڑ گئی مجھے؟

(اشفاق داخل ہوتا ہے، مس چودھری پلٹ کر اُسے دیکھتی ہے۔ اشفاق کی پتلون غائب ہے اور صرف انڈر ویئر میں ہے، بے حد گھبرایا ہوا اور پریشان۔ مس چودھری ڈر کے مارے چیختی ہے، جلدی سے بڑی الماری میں جا چھپتی ہے۔ نووارد داخل ہوتا ہے، اشفاق کے سر پر پھر سے ڈنڈا مارتا ہے، اشفاق پھر بیہوش ہو جاتا ہے۔ نووارد اُسے کھینچ کر پھر ڈرائنگ روم میں لے جاتا ہے)

ڈاکٹر ہاشمی: (باہر سے) ہاں، پروفیسر اشفاق کو اطلاع تو ہونی چاہیئے۔

رانی: (دروازہ کھولتی ہے، ڈاکٹر ہاشمی داخل ہوتے ہیں) اِس طرف تشریف لے آیئے چانسلر صاحب (ڈاکٹر ہاشمی بہت وقار سے داخل ہوتے ہیں۔ ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ ہے۔ ایک خوبصورت سیاہ شیروانی پہن رکھی ہے۔ خوشگوار چہرہ ہے۔ آکر صوفے پر بیٹھتے ہیں) (رانی دروازہ بند کر کے اِدھر اُدھر نظر دوڑاتی ہے کہ مس چودھری کہاں گئیں) کہاں غائب ہوگئیں؟ (کمرہ میں اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھتی ہے)

ڈاکٹر ہاشمی: (کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے) کچھ بتا کر نہیں گئی تھیں کہ کب تک لوٹیں گی؟

رانی: مجھے تو یہ بھی یقین نہیں کہ وہ کہیں جانے بھی والی تھیں۔

ڈاکٹر ہاشمی: مسٹر اشفاق بھی تو اُن کے ساتھ ہی ہوں گے؟

رانی: (گھبراتی ہوئی) اوہ خیر؟ آپ کا بیگ کمرہ میں رکھ دوں؟

ڈاکٹر ہاشمی: اوہ، ہاں (بیگ اور چھڑی دیتا ہے)

رانی: (لے جا کر اُسے ایک طرف احتیاط سے رکھ دیتی ہے۔ گھبرائی ہوئی ہے) آ۔۔۔ آ۔۔۔ موسم کتنا اچھا ہو گیا ہے! ہے نا؟

ڈاکٹر ہاشمی: (بے توجہی سے) آ، ہاں۔ باہر تو بہت سردی ہے لیکن یہ کمرہ خاصا گرم ہے (اوور کوٹ اتار کر رانی کو دے دیتے ہیں۔ شیروانی رہ جاتی ہے)

رانی: ان لوگوں کا خیال تھا کہ شاید آپ صبح تشریف لائیں گے (اوور کوٹ لے لیتی ہے)

ڈاکٹر ہاشمی: بھئی کوئی ایسے تکلفات کی ضرورت نہیں، آخر اپنا ہی گھر ہے۔

رانی: جی ہاں، جی ہاں وہ تو ہے۔

ڈاکٹر ہاشمی: (کچھ ہچکچاتے ہوئے) آپ؟ آپ کی تعریف؟

رانی: میں رانی ہوں جی، رانی نام ہے میرا۔

ڈاکٹر ہاشمی: رانی! (کچھ نہ سمجھ کر) تو؟ یعنی؟ بس؟ (کوئی جواب نہ پا کر) اس تفصیل سے روشنی ڈالنے کا شکریہ۔

رانی: اوہ۔

ڈاکٹر ہاشمی: (تحمل سے کام لیتے ہوئے) تو آپ یہاں کرتی کیا ہیں؟

رانی: جی کچھ بھی تو نہیں، میں تو اپنے بھائی کی بہن ہوں اور بس۔

ڈاکٹر ہاشمی: یہ بھائی کی بہن اور۔۔۔

رانی: (اپنے شوخ کپڑوں سے شرما کر) جی ایسے کپڑے تو میں روز نہیں پہنتی۔ وہ میری سہیلی کی شادی ہونے والی ہے نا! وہاں سے آئی ہوں (ذرا مُسکرا کر) مجھے معلوم ہوتا آپ تشریف لا رہے ہیں تو بدل لیتی۔

ڈاکٹر ہاشمی: (ٹالتے ہوئے) نہیں، خیر کوئی بات نہیں۔

Scanned with CamScanner

رانی: آپ بیٹھیے، میں آپ کے لئے کھانا لگاتی ہوں۔

ڈاکٹر ہاشمی: مجھے بھوک نہیں ہے، رہنے دو۔

رانی: (قدرے بلند آواز سے) اوہو، آپ بیٹھیے تو سہی (ڈاکٹر گھبرا کر بیٹھ جاتا ہے) معاف کیجیے، میں آج کچھ پریشان سی ہوں۔

ڈاکٹر ہاشمی: (شک سے) زیادہ خطرناک حالت تو نہیں تمہاری۔

رانی: ٹھیک ہوں (اوورکوٹ کی طرف اشارہ کر کے) اوہ! یہ تو رکھ دُوں کہیں (الماری کھول کر جلدی سے اس میں کوٹ لٹکا دیتی ہے کہ اندر سے کراہنے کی آواز آتی ہے۔ رانی فٹ سے دروازہ بند کر دیتی ہے اور گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھتی ہے۔ ڈاکٹر یہ آواز سُن کر حیرت زدہ کھڑا ہے)

ڈاکٹر ہاشمی: یہ کیا تھا؟

رانی: کچھ نہیں، میں تھی۔

ڈاکٹر ہاشمی: کسی کے کراہنے کی آواز آئی تھی۔

رانی: (جلدی سے) اوہ، وہ تو میں تھی اور میری طبیعت اچھی نہیں ہے نا! ذرا درد ہے۔

ڈاکٹر ہاشمی: درد ہے؟ میرے بھی سر میں اکثر درد رہتا ہے، تمہیں کس جگہ ہے؟

رانی: (بے خیالی میں) الماری میں (رانی جلدی سے اِدھر اُدھر بھاگتی ہے، یہ دیکھنے کو کہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟)

ڈاکٹر ہاشمی: پاگل لڑکی ہے یہ (میز پر برانڈی پڑی دیکھتا ہے) برانڈی! یہ کہاں سے آئی؟ (کھانے کے کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور اشفاق داخل ہوتا ہے۔ جوتے موزے پہن رکھے ہیں، لیکن پتلون غائب ہے اور اُس کی بجائے انڈرویئر قسم کی چیز پہن رکھی ہے۔ غالباً سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے ابھی تک پوری طرح ہوش میں

نہیں آیا ہے۔ لڑکھڑاتا ہوا ڈاکٹر تک پہنچ جاتا ہے) (اشفاق کو دیکھ کر) کون ہو تم؟

اشفاق: تم ہو میرے قاتل (مردہ سی آواز میں) (ڈاکٹر ڈر کر بھاگتا ہے اور جا کر صوفے کے پیچھے چھپ جاتا ہے، جہاں سے اشفاق کی نظر اس پر نہیں پڑتی۔ اشفاق غنودگی میں ڈنڈا ہوا میں یوں ہلاتا ہے جیسے کسی کے سر پر مارنے لگا ہو۔ الماری کی طرف چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سہما ہوا نکلتا ہے، پسینہ پونچھتا ہے اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہے) کوئی ہے تو نہیں (بے حد خوفزدہ ہے۔ ڈر کے مارے جا کر تھوڑی سی برانڈی پی لیتا ہے)

رانی: (داخل ہو کر، شوخی سے) ہاں ہاں، بالکل اپنا ہی گھر سمجھئے۔ آج سب کے سب بڑے شوخ ہو رہے ہیں یہاں (سیڑھیاں چڑھنے لگتی ہے، ہاتھ میں گرم پانی کی بوتل ہے)

ڈاکٹر ہاشمی: ادھر آؤ رانی، ادھر آؤ (گھبرا کر خود بھی پاس پڑی ہوئی برانڈی پی لیتا ہے۔ رانی سیڑھیاں اتر کر واپس آتی ہے) اس گھر میں اور کوئی مہمان بھی ٹھہرا ہوا ہے؟

رانی: جی نہیں، کیوں؟

ڈاکٹر ہاشمی: ابھی ابھی یہاں ایک وحشی سا آدمی آیا تھا۔

رانی: کیا؟

ڈاکٹر ہاشمی: اور اُس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جس سے اُس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔

رانی: (پاس پڑی ہوئی برانڈی کو دیکھ کر سمجھتی ہے اور ہنس دیتی ہے گویا ڈاکٹر نشے کی وجہ سے بہک گیا ہے)

ڈاکٹر ہاشمی: ارے اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آدمی

Scanned with CamScanner

کون تھا؟

رانی: خیال تھا وہ آپ کا۔

ڈاکٹر ہاشمی: کیا تھا میرا؟

رانی: خیال تھا، اور کیا؟ ٹھمری نہیں تھی۔

ڈاکٹر: (چڑ کر) کیا ہے یہ ٹھمری اور خیال؟

رانی: جناب ٹھمری تو پورب کا خاص گانا ہوتا ہے، جس میں بڑا مزا آتا ہے۔ پتہ ہے کیوں مزہ آتا ہے؟

ڈاکٹر: مجھے کیا پتہ ہے، کیا بک رہی ہو؟

رانی: آپ کو پتہ ہے کہ ٹھمری میں مزہ کیوں آتا ہے؟ اس لئے آتا ہے کیونکہ اس کے تمام مضامین بڑے عاشقانہ ہوتے ہیں (شرارت سے ہنستی ہے) اور خیال! وہ ہوتا ہے پکا گانا (بھیانک سی ایک تان لگا کر) ایسے ہوتا ہے۔ اب سمجھے آپ، ٹھمری اور خیال کیا ہوتا ہے۔ لیکن جناب، آپ کو جو خیال تھا وہ اس ٹھمری اور خیال سے بہت مختلف۔۔۔اس کی وجہ تو (شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کرکے) تو۔۔۔تو وہ ہے۔

ڈاکٹر: لاحول ولا قوۃ۔ کیا مصیبت ہے یہ لڑکی؟ (دروازے کی طرف جاتے ہوئے) ارے بھئی میں کچھ کہہ رہا ہوں اور تمہیں خبر نہیں کیا کیا سمجھانے بیٹھ گئی ہو، لیکن مجھے۔۔۔(اتنے میں دروازہ کھلتا ہے اور بانو داخل ہوتی ہے ،ڈاکٹر کو دیکھ کر فوراً واپس دروازے کی طرف مڑتی ہے لیکن ڈاکٹر دیکھ چکا ہے)(اُٹھتے ہوئے) بانو! (رانی بڑھتی ہے اور کچھ کہنا چاہتی ہے کہ۔۔۔)

بانو: (بڑھ کر ڈاکٹر کے سینے لگ جاتی ہے) ماموں جان! کمال ہے آپ کیسے آگئے؟ آپ نے تو کہا تھا آج رات آنا ناممکن ہے۔ بیٹھئے نا (رانی بانو

کے قریب آچکی ہے، کہنی سے رانی کو کچھ اشارہ کرتی ہے، لیکن رانی بے خیالی میں صرف کہنی کھجلاتی ہے اور توجہ نہیں دیتی)

ڈاکٹر: ہاں بھئی، خیال یہی تھا کہ آج نہ آسکوں گا، لیکن ایک تو جن صاحب سے کام تھا وہ لاہور گئے ہوئے تھے، اس لئے فراغت ہوگئی تھی۔ پھر تم نے بھی آج ہی آنے پر اصرار کیا تھا (بانو دوبارہ کہنی مارتی ہے)

بانو: ہاں ہاں، بہت اچھا کیا آپ نے کہ ابھی آگئے۔ کیا بہت دیر ہوگئی ہے آپ کو آکر؟

ڈاکٹر: ہاں، اب تو کافی دیر ہوگئی۔

بانو: تو آپ یہاں تو بالکل تنہا ہوں گے، کیونکہ اشفاق بھی کالج گئے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر: (رانی کی طرف دیکھ کر) نہیں، خیر تنہا تو نہیں تھا۔

بانو: (پلٹ کر رانی کو دیکھ کر) اوہو! اچھا رانی تھی یہاں (رانی سے) ٹھیک ہے رانی، تم جاؤ، سو جاؤ، اب میں آگئی ہوں۔

رانی: نہیں، ذرا آپ ایک طرف آیئے، میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔

بانو: کیوں کیا ہے؟ اب اس وقت نہیں رانی، صبح کر لینا۔

رانی: آپ کو شائد معلوم نہیں ہے کہ آپ کے پیچھے یہاں کیا کیا ہوتا رہا ہے۔

ڈاکٹر: تم جاؤ میں بتا دوں گا۔

رانی: جی نہیں، میں کچھ اور بتانا چاہتی ہوں (بانو سے) مس چودھری؟

بانو: اب چھوڑو مس چودھری کو۔ تم جا کر سو جاؤ، صبح بات کر لینا (رانی اشارہ کرتی ہے تاکہ بانو متوجہ ہو) تمہیں کیا ہوگیا ہے رانی؟

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر: یہ لڑکی تو بالکل دیوانی ہے۔

رانی: (اور پھر بانو کو اشارہ کرتی ہے لیکن بے سُود) اچھا میرا کیا ہے، میں نے تو پوری کوشش کر لی، پھر مجھے کچھ نہ کہئے گا (چلی جاتی ہے) (باہر سے نوشاد کے زور زور سے گانے کی آواز آتی ہے۔ بانو گھبرا جاتی ہے اور دروازے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتی ہے)

ڈاکٹر: کہاں جا رہی ہو؟

بانو: (فوراً رک جاتی ہے اور مُسکرا کر) جی کہیں نہیں، ہاں (نوشاد کی آواز بدستور آ رہی ہے)

ڈاکٹر: یہ گانے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟

بانو: (گھبرا کر) آواز؟ اوہو، وہ ریڈیو چل رہا ہے شاید۔ ٹھہرئیے میں بند کر کے آتی ہوں۔

ڈاکٹر: نہیں نہیں، کوئی بات نہیں، چلنے دو (لیکن بانو جا چکی ہے۔ باہر سے نوشاد کی آواز آنا بند ہو جاتی ہے، گویا بانو سے اسے معلوم ہو گیا ہو کہ اندر ڈاکٹر صاحب ہیں اور اوہو کے ساتھ گانے کی آواز بند۔ ڈاکٹر یہ آواز سُن کر پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھتا ہے اور حیران ہے کہ اتنے میں رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: اوہو، بھابھی نہیں ہیں یہاں! (چلی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ان حالات سے بہت پریشان ہیں، صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ نو وارد اشفاق کے کپڑے پہنے ہوئے داخل ہوتا ہے، ہاتھ میں اپنے کپڑے ہیں۔ ڈاکٹر کو صوفے پر بیٹھا دیکھ کر جلدی سے کھڑکی میں سے ہو کر باہر نکل جاتا ہے لیکن اس میں خاصا شور مچتا ہے اور ڈاکٹر گھبرا کر پلٹ کر دیکھتا ہے اور کھڑکی کی طرف جاتا ہے۔ اتنے میں بانو داخل ہوتی ہے اور ڈاکٹر گھبرا کر اُسے دیکھتا ہے)

بانو: (بے حد شوخی اور اطمینان سے) جی ماموں جان، اب بتائیے کیا حال ہیں آپ کے؟ لیکن اگر آپ سفر سے تھک چکے ہیں تو آرام کیجئے۔ باتیں صبح ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر: نہیں، میں تھکا ہوا نہیں ہوں (بانو کے قریب آتے ہوئے) لیکن بانو، آخر یہ سب کیا ہے؟ کیا معمہ ہے آخر؟

بانو: معمہ کونسا ماموں جان؟

ڈاکٹر: ٹالنے اور چھپانے کی کوشش مت کرو بانو! میں معلوم کرنا چاہتا ہوں آخر بات کیا ہے؟

بانو: میں سمجھی نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ماموں جان!

ڈاکٹر: سمجھی نہیں تو پھر یہ پریشانی کیسی؟ رانی کو کیا ہوا؟ اور وہ وحشی آدمی کون تھا جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا؟

بانو: کیا کہہ رہے ہیں آپ؟

ڈاکٹر: اب میں سب کچھ دوبارہ نہیں دہراؤں گا، لیکن میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ وحشی آدمی آخر کون ہے؟ جس کے ہاتھ میں لکڑی کا ڈنڈا تھا اور جس سے وہ مجھے مارنا چاہتا تھا۔

بانو: ماموں جان!

ڈاکٹر: جس تیزی سے وہ داخل ہوا تھا، اسی تیزی سے وہ غائب بھی ہو گیا اور جب میں نے رانی سے پوچھا تو اُس نے صاف انکار کر دیا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ گھر میں کوئی بھی نہیں ہے، اس لئے یہ غلط ہے اور محض میرا خیال ہے۔

بانو: ماموں جان آپ بیٹھئے تو سہی، میں ذرا کوٹ اتار کے رکھ دوں۔ پھر

Scanned with CamScanner

مفصل بات کرتے ہیں (کوٹ اتار کر الماری کی طرف جاتی ہے)

ڈاکٹر: یعنی تم بھی میرا مذاق اُڑاتی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے (اتنے میں بانو الماری کے پاس پہنچ چکی ہے، دروازہ کھولتی ہے اور پھر گھبرا جاتی ہے، چیخ کر ہاتھ رکھ کر آواز روکتی ہے لیکن بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہے۔ ڈاکٹر بدستور باتیں کر رہا ہے) میں سچ کہتا ہوں ایک وحشی سے آدمی نے مجھ پر حملہ کیا تھا، آخر تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتی ہو؟ (جواب نہیں آتا، اس لئے پلٹ کر دیکھتا ہے لیکن بانو میز کی آڑ کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتی) ہیں، کہاں گئی۔ بانو! بانو (اٹھتا ہے) (اتنے میں بانو پر نظر پڑتی ہے) یااللہ خیر (بانو پر جھکتے ہوئے) بانو! بانو!! کیا ہوا تمہیں؟ غضب ہو گیا (بانو کراہتی ہے) ارے بے ہوش ہو گئی شاید، پھر تو پانی چاہیئے۔ خبر نہیں اب وہ احمق لڑکی کدھر گئی؟ (دروازے کی طرف جاتا ہے اور کھولتا ہے۔

نوشاد جو غالباً سوراخ میں سے جھانک رہا تھا، دروازے کے اچانک کھلنے سے اندر آپڑتا ہے۔ گھبرا کر) یہ کیا ہوا؟ کون ہو تم؟ (نوشاد کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔ پہلے تو گھٹنوں پر کھڑے ہو کر ہی ڈاکٹر کو سلیوٹ کرتا ہے، پھر اچانک سجدے میں چلا جاتا ہے) کون ہو تم؟ اوہو (پیچھے ہٹ جاتا ہے اور نوشاد کو بانو نظر آتی ہے)

نوشاد: ہیں؟ (زمین پر ہی سے) یہ بانو کو کیا ہوا؟

ڈاکٹر: بے ہوش ہو گئی ہے۔

نوشاد: کیوں؟

ڈاکٹر: مجھے کیا معلوم؟ کوئی مجھے بتا کر تھوڑا ہی بے ہوش ہوئی کہ میں اس وجہ سے بے ہوش ہونے لگی ہوں۔ عجیب آدمی ہو تم! ویسے کیا یہ اکثر بے ہوش

ہو جاتی ہیں؟

نوشاد: (ڈاکٹر ہی کے انداز میں) مجھے کیا معلوم؟ کوئی مجھے بتا کر تھوڑا ہی بے ہوش ہوئی کہ میں اکثر بے ہوش ہو جایا کرتی ہوں۔ عجیب آدمی ہو تم؟

ڈاکٹر: اس بدتمیزی کی بجائے میری مدد کرو کہ اسے اٹھا کر صوفے پر لٹا دوں۔ (نوشاد اُٹھ کر بانو کی ٹانگیں پکڑتا ہے اور ڈاکٹر بازو) دیکھو دیکھو احتیاط سے، کہیں چھوٹ نہ جائے (دونوں صوفے پر لٹا دیتے ہیں) ٹھہرو میں برانڈی لاتا ہوں۔

نوشاد: ابھی ابھی تو بالکل ٹھیک تھی جب مجھے روکنے آئی تھی، ضرور آپ کو ہی دیکھ کر بے ہوش ہوئی ہوگی۔

ڈاکٹر: کیا۔۔۔کیا مطلب ہے تمہارا؟

نوشاد: کچھ نہیں، میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔

ڈاکٹر: (برانڈی لاتا ہے) یہ لو، یہ پلا دو اسے۔ آنکھ کھلتے ہی تمہیں سب سے پہلے دیکھے تو اچھا ہے۔

نوشاد: (گلاس لیتے ہوئے) کیوں؟

ڈاکٹر: بھئی اس سے ذرا اطمینان ہوگا، ہمت پیدا ہوگی۔

نوشاد: اچھا؟ (بانو سے) یہ لو بانو، پی لو (بانو کا سر اٹھاتا ہے) ابھی ٹھیک ہو جاؤ گی (مڑ کر ڈاکٹر کی طرف دیکھتا ہے۔ برانڈی کا گلاس بجائے بانو کے مُنہ سے لگنے کے باہر رہتا ہے) اوہو، یہ تو گر جائے گی۔ آپ کے پاس رومال ہوگا یا۔۔۔؟

ڈاکٹر: اشفاق!

نوشاد: (جلدی سے) کہاں؟ کیا کہا آپ نے۔۔۔؟

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر: کیا؟

نوشاد: آپ نے ابھی ابھی کچھ کہا تھا؟

ڈاکٹر: میں نے ۔۔۔آ۔۔۔میں۔۔۔میں نے کہا تھا اشفاق۔

نوشاد: اوہو (جلدی سے برانڈی ایک گھونٹ میں ہی پی جاتا ہے)

ڈاکٹر: ارے ارے یہ کیا کیا تم نے؟ برانڈی تم نے کیوں پی لی؟ (نوشاد کے ہاتھ میں گلاس کانپتا ہے، جلدی سے) اب تم تو بے ہوش نہیں ہو جاؤ گے ؟

نوشاد: ایسی قسمت کہاں؟ (گلاس ڈاکٹر کو دے دیتا ہے)

ڈاکٹر: اور لانی پڑے گی مجھے؟ کتنی زیادتی ہے تمہاری، یعنی اب میں دوبارہ جا کر لاؤں (نوشاد بانو کو پنکھا جھلنے لگتا ہے کہ شاید اس طرح ہوش میں آجائیں۔ ڈاکٹر برانڈی لینے جاتا ہے) کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس گھر کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (رانی داخل ہوتی ہے، نوشاد اُسے دیکھتے ہی فرش پر جھک جاتا ہے کہ کہیں وہ دیکھ نہ لے) (ڈاکٹر رانی سے) کیا ہے؟

رانی: جی، وہ میں پوچھ رہی تھی۔۔۔

ڈاکٹر: (ڈانٹتے ہوئے) یہاں نہیں، باہر چلو۔

رانی: وہ بھابھی جان نہیں ہیں کیا؟

ڈاکٹر: نہیں ہیں، جاؤ (نوشاد سے) یہاں کیا کر رہے ہو؟

نوشاد: (گھبرا کر) جی میری چونی کہیں گر گئی تھی، اُسے دیکھ رہا تھا (کھسیانا سا ہنستا ہے) چونی، چونی (اور اُٹھ کر کھڑا ہوتا ہے)

ڈاکٹر: چونی۔۔۔؟

نوشاد: جی کوئی بات نہیں، آپ پریشان نہ ہوئیے مل گئی (Pause) بانو کو

ہوش آیا؟

ڈاکٹر: نہیں ابھی تک کوئی آثار نہیں ہیں۔

نوشاد: میرا خیال ہے آپ ان کے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیجئے، اس سے ضرور ہوش آجائے گا (یہ باہر جانے کا بہانہ ہے) ٹھہریئے ٹھہریئے، میں پانی لاتا ہوں (ڈرائنگ روم کی طرف جلدی سے بڑھتا ہے) بس ابھی آیا، آپ یہیں رکیئے گا۔ بانو کے پاس سے ہلیئے گا نہیں اور میں ایک منٹ میں آیا۔

ڈاکٹر: تمہارے جانے کی ہرگز ضرورت نہیں، پانی یہاں سامنے میز پر تو رکھا ہے۔

نوشاد: جی نہیں، یہ پانی تو جھوٹا ہے شاید۔ ٹھہریئے میں تازہ پانی لاتا ہوں۔ (دروازے کی طرف بڑھتا ہے) (بانو کراہتی ہے)

ڈاکٹر: ادھر آؤ اشفاق۔

نوشاد: (اشفاق کے نام سے گھبرا کر رک جاتا ہے) اوہو، جی میں، جی میں۔۔۔

ڈاکٹر: ادھر آؤ، دیکھو اسے کچھ ہوش آرہا ہے شاید۔ ادھر آؤ جلدی سے، اس کی آنکھ کھلتے ہی تمہیں سامنے ہونا چاہئے (نوشاد لاچار لوٹ آتا ہے) اب کچھ بات کرو نا بانو سے!

نوشاد: جی کیا کہوں؟

ڈاکٹر: کوئی بھی بات کرو، کوئی سی۔۔۔ یا میرا خیال ہے کوئی گانا ہی سُنا دو۔

نوشاد: شش شش (بانو میں کچھ جنبش ہوتی دیکھ کر)

بانو: (آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھتی ہے اور پھر اٹھنے کی کوشش کرتی ہے) اشفاق! اشفی! اوہو (اور بے ہوش ہو جاتی ہے)

نوشاد: (جلدی سے گھبرا کر اور زور سے) بانو! بانو!! سن رہی ہو بانو؟

ڈاکٹر: ارے چیخ کیوں رہے ہو؟ غریب عورت ہے، ٹرنک کال تھوڑا ہی ہے۔ تمہیں تو، معلوم ہوتا ہے، مریضوں سے سلوک کرنا بالکل نہیں آتا ہے (بانو پر جھک کر بڑے پیار اور نرم لہجے سے) بانو بیٹی! بانو بیٹی!! میری بچی۔

بانو: (پھر کچھ ہوش آتا ہے) اشفاق، اشفاق!! (بیٹھنے کی کوشش کرتی ہے اور ماموں کو دیکھ کر) ماموں جان! آپ اُلٹے کیوں کھڑے ہیں؟ (اور پھر لیٹ جاتی ہے) لاؤ۔

ڈاکٹر: لاؤ، جلدی سے پانی دو (نوشاد سے) (نوشاد جلدی سے میز پر سے پانی اُٹھا کر ڈاکٹر کو دیتا ہے اور ڈاکٹر بانو کو پلاتا ہے) بس بس، یہ لو میری بچی۔

بانو: (اچانک اُٹھ کر بیٹھ جاتی ہے) ماموں جان، طلاق کی تمام کارروائی میں کتنا عرصہ لگ جاتا ہے؟

نوشاد اور ڈاکٹر: کیا کہہ رہی ہو؟

بانو: طلاق کی تمام کارروائی میں کتنا عرصہ لگ جاتا ہے؟

ڈاکٹر: (یہ سمجھ کر کہ شاید بے ہوشی کی وجہ سے ایسی بات کر رہی ہے۔ بانو کا ہاتھ تھپک کر) اوہ! سمجھا۔ بس بس میری بچی! یہ پی لو، ابھی ٹھیک ہو جائے گی تیری طبیعت (اور زور سے اُس کا ہاتھ تھپکتا ہے)

بانو: یہ ٹھونکنا پیٹنا بند کیجئے اور میرے سوال کا جواب دیجئے۔

ڈاکٹر: کیا بات ہے میری بچی؟ اس آدمی نے تجھے کیا تکلیف پہنچائی ہے؟ (نوشاد کو گھورتا ہے)

نوشاد: میری جان میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔

ڈاکٹر: تم خاموش رہو۔ میں تمہاری بیوی سے بات کر رہا ہوں۔

بانو: تمہاری بیوی! میں۔۔۔ اسکی۔۔۔ تمہاری!!! (نوشاد اور بانو بے ساختہ زور

سے ہنس پڑتے ہیں۔ نوشاد ہنستے ہنستے دوہرا ہو جاتا ہے)

نوشاد: (بے اختیار ہنستے ہوئے، بانو کو ایک ہاتھ جڑ دیتا ہے) اوہ، بیوی (پھر ہنسنے لگتا ہے۔ بانو پلٹ کر دیکھتی ہے اور اسی موڈ میں ہنستے ہنستے نوشاد کو ایک ہاتھ جڑ دیتی ہے)

بانو اور نوشاد: میاں!! (دونوں زور سے ہنستے ہیں۔ ڈاکٹر کچھ بیزار سا ہو جاتا ہے، اسے کچھ سمجھ نہیں آتا، اوورکوٹ اُٹھا کر چلنے لگتا ہے)

ڈاکٹر: اچھا بھئی، میں چلتا ہوں۔

بانو: (گھبرا کر) اوہ، کہاں جا رہے ہیں آپ ماموں جان؟

ڈاکٹر: بھئی میں تو اب سوؤں، اب صبح ہی باتیں ہوں گی۔

نوشاد: معاف کیجئے گا۔

ڈاکٹر: میں آپ سے بات نہیں کر رہا ہوں۔ بانو، کونسا کمرہ ہے میرا؟

بانو: اوہ، سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے دائیں طرف پہلا کمرہ، غسل خانہ ساتھ ہی ہے۔

ڈاکٹر: شکریہ (نوشاد سے) آپ کو شاید یہ جان کر خوشی ہو گی کہ ڈائریکٹر ایجوکیشن کی جگہ خالی ہو رہی ہے اور میں اس خیال سے آیا تھا کہ آپ کا نام تجویز کروں۔

نوشاد: میرا نام؟ ہاہا ہاہا!! (بے اختیار ہنسنے لگتا ہے)

ڈاکٹر: لاحول ولاقوۃ۔ حد ہے بدتمیزی کی، حد ہے (جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ جاتا ہے)

نوشاد: اب یہ شیروانی پہن کر میری پرموشن ہو جائے گی۔

بانو: (غصے سے الماری کی طرف دیکھتی ہے) نفرت ہے مجھے ایسے لوگوں سے، ساری عمر معاف نہیں کروں گی۔

نوشاد: کوئی بات نہیں بانو، بعض اوقات آدمی خشک مزاج ہو ہی جاتا ہے۔

بانو: اچھا بھئی، یہ خشک مزاجی ہے تو پھر خوش مزاجی معلوم نہیں کیا ہو گی ؟ اور پھر بیوی کی موجودگی میں۔۔۔

نوشاد: تمہیں کیا؟ تم تو اُن کی بیوی نہیں ہونا ؟

بانو: (حیرت سے) کیا مطلب ؟

نوشاد: مطلب یہ کہ آخر تمہارے میاں نہیں ہیں نا یہ!!

بانو: تم کس کی بات کر رہے ہو؟

نوشاد: ڈاکٹر صاحب کی۔

بانو: اُونہہ۔ میں اپنے میاں کی بات کر رہی ہوں (نوشاد کچھ بوکھلا سا جاتا ہے۔ بانو غصے میں ٹہلتی ہے) جی چاہتا ہے ایسا بدلہ لوں کہ ساری عمر یاد رکھیں۔

نوشاد: بدلے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری بات سُنو، تم سیدھی اوپر جاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ انہیں بڑی سخت غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ کہ میں تمہارا میاں نہیں بلکہ وہ اور صاحب ہیں جو نہایت متین اور شریف ہیں اور جو اس وقت۔۔۔

بانو: ۔۔۔جی اور جو اس وقت ایک عورت کی آغوش میں الماری میں چھپ کر بیٹھے ہیں۔

نوشاد: ہائیں؟؟؟

بانو: میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں (الماری کی طرف اشارہ کر کے) طور اس الماری میں ایک عورت کے ساتھ۔۔۔

نوشاد: (ششدر ہے) کون عورت ہے وہ؟

بانو: ایسی ایک ہی عورت ہے صرف ! مس چودھری !

نوشاد: لیکن وہ دونوں کیا کر رہے ہیں؟

بانو: سو رہے ہیں۔

نوشاد: ناممکن، میں نہیں مان سکتا۔

بانو: تم مانو، نہ مانو لیکن یہ اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ طور وہاں ایک عورت کے ساتھ اس الماری میں گھسے ہیں اور اُن کی پتلون۔۔۔

نوشاد: کیا بیہودہ بات ہے؟

بانو: جی یہ واقعہ ہے صرف جانگیہ۔۔۔ (دونوں اپنے اپنے خیال میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں)

نوشاد: تو؟

بانو: ہونہہ تو یہ کہ میں ابھی اسی وقت ان کو کھینچ کر باہر نکال دوں گی اور تمام دنیا کے سامنے انہیں شرمندہ کروں گی (الماری کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے)

نوشاد: (لپک کر اُسے روکتے ہوئے) اوہو ہو ہو، لیکن میری موجودگی کے بارے میں کیا کرو گی؟

بانو: تمہاری تو صرف موجودگی ہے، طور اپنی حرکات کا جواب تو دیں!

نوشاد: تم ان سے نپٹتی رہو، مجھے میری وردی دے دو، حالات بہت خطرناک ہیں۔ (الماری میں کچھ ہلنے کی آواز آتی ہے) تم مجھے وردی دے دو، میں بالکل ہی چلا جاتا ہوں۔

بانو: تم جا کیسے سکتے ہو، تمہاری تو ماموں جان سے وضاحت کرنی ہے ابھی۔

نوشاد: نہیں، تم مجھے وردی دے دو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔

بانو: اچھا لاتی ہوں (دراز کھول کر دیکھتی ہے) یہاں نہیں ہے!!

نوشاد: کیا مطلب؟

بانو: غائب۔

وردی، وردی۔ اگر میں گندے نالے میں گر گیا تو میری گندی وردی کہاں گئی؟

بانو: وردی، وردی، وردی۔ اب اگر تم نے وردی کا نام لیا تو میں یہ گلاس دے ماروں گی۔

نوشاد: (گھٹنوں پر ہی) اگر تم نے نہ ڈھونڈ کر دی تو میں جا کر ڈاکٹر صاحب سے تمام باتیں صاف صاف کہہ دوں گا۔

بانو: کہہ کر تو دیکھو! (ڈاکٹر سیڑھیوں پر نمودار ہوتا ہے۔ ڈریسنگ گاؤن پہن رکھا ہے)

نوشاد: جیسے ڈرتا ہوں نا میں تم سے۔ سب بتادوں گا کہ تمہارے میاں کس قسم کے آدمی ہیں (الماری کی طرف اشارہ کرتا ہے)

ڈاکٹر: (آتے ہوئے) بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے خود بخود معلوم ہو رہا ہے۔

بانو: (جلدی سے کاٹتے ہوئے) میں تو سمجھی تھی آپ سو گئے ہیں (نوشاد اُٹھ کر کپڑے جھاڑتا ہے اور صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

ڈاکٹر: آنکھ لگنے ہی والی تھی کہ نیچے سے پاگلوں کی طرح چلانے کی سی آوازیں آنے لگیں۔

بانو: ہم ذرا آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

ڈاکٹر: آپ کی باتیں وہاں سے ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے بلّیاں لڑ رہی ہوں۔

نوشاد: دیکھئے صاحب! آپ۔۔۔

ڈاکٹر: آپ کیا دکھائیں گے؟ میں پہلے ہی دیکھ رہا ہوں۔

نوشاد: (بوکھلا کر) خیر خیر! (رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: معاف کیجئے گا! (نوشاد جلدی سے صوفے کے پیچھے چھپ جاتا ہے)

بانو: (رانی سے) کیا بات ہے؟

رانی: (Confused) بھابھی آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔

ڈاکٹر: ہاں ہاں! تو میں چلا جاتا ہوں۔

بانو: نہیں نہیں! ماموں جان۔

ڈاکٹر: کیا فائدہ؟ میں مخل جو ہو رہا ہوں اس طرح سے۔

رانی: نہیں چانسلر صاحب، آپ کی وجہ سے۔۔۔

ڈاکٹر: (چڑ کر) مت بے عزتی کرو چانسلر کی۔ چانسلر، چانسلر، چانسلر۔۔۔

(رانی سہم جاتی ہے)

بانو: جاؤ رانی، تم سو جاؤ۔

رانی: لیکن، بھابھی بہت ضروری۔۔۔

بانو: جاؤ نا! میں جو کہہ رہی ہوں۔

رانی: اچھا جی۔ جاتی ہوں، جاتی ہوں۔ خدا حافظ، خدا حافظ، چانسلر صاحب۔

ڈاکٹر: چانسلر!

رانی: (بوکھلا کر) جی نہیں جنابِ آلو، جنابِ جالو، جنابِ عالی۔ اوہ (گھبرا کر جلدی سے باہر چلی جاتی ہے)

ڈاکٹر: (بدمزگی سے) بانو اسے سمجھا دو کہ میری اس قدر تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں اور زبان پر قابو رکھا کرے اور ان حضرت کے بارے۔۔۔ (پلٹتا ہے لیکن نوشاد وہاں نہیں ہے) کہاں گیا؟

بانو: کون؟

ڈاکٹر: تمہارا شوہر (صوفے کی طرف جاتے ہوئے) اوہ آپ یہاں ہیں۔

نوشاد: (بوکھلا کر) جی، جی ہاں۔

ڈاکٹر: ہوں۔ تو بات یہ ہے کہ سیڑھیوں سے اُترتے وقت تمہاری باتیں میں

Scanned with CamScanner

نے سُن لی ہیں (بانو سے) بانو تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو اور میں معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ کیا ہے؟

بانو: اوہ نہیں تو، نہیں تو، کچھ نہیں ماموں جان، وہ میں آپ سے صبح بات کروں گی۔ آپ، آپ آرام کیجئے ماموں جان (کھوکھلی ہنسی)

ڈاکٹر: جب تک مجھے اس گھر کے حالات معلوم نہیں ہو جاتے، میں یہاں سے ہلوں گا نہیں۔ میں نے ان صاحب کو واضح طور پر یہ کہتے سنا ہے کہ "اگر تم نے نہ ڈھونڈا تو میں جا کر اوپر ڈاکٹر صاحب سے صاف صاف کہہ دوں گا" میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں آخر وہ کیا بتانا چاہتے ہیں۔

بانو: کچھ بھی نہیں (نوشاد سے) کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟

نوشاد: نہیں، نہیں، کچھ بھی نہیں۔

ڈاکٹر: ہوں۔ کچھ نہیں، اور میں نے یہ بھی کہتے سنا تھا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو بتا دوں گا کہ تمہارے میاں کس قسم کے آدمی ہیں؟ اب آپ کو شاید کچھ یاد آجائے۔

نوشاد: بانو، پلیز انہیں صاف صاف بتا دو، بیکار کی جھک جھک ہے۔

ڈاکٹر: مسٹر، آپ احتیاط سے گفتگو فرمایئے۔

بانو: ماموں جان۔

ڈاکٹر: میں تمہارے شوہر سے بات کر رہا ہوں۔

بانو: (چلا کر) یہ نہیں ہیں میرے شوہر۔

ڈاکٹر: (منہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے) کیا؟ کیا کہا تم نے؟

بانو: یہ نہیں ہیں میرے میاں، میری اِن سے شادی۔۔۔

ڈاکٹ: یہ نہیں ہیں تمہارے شوہر، تمہاری ان سے شادی نہیں ہوئی اور پھر بھی تم

ان کے ساتھ؟ اوہ مجھے چکر سا آرہا ہے (الماری میں سے کس چودھری کی دل ہلا دینے والی چیخ سنائی دیتی ہے۔ بانو جلدی سے لپک کر الماری کے دروازے سے لگ کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ دروازہ کھول کر کوئی باہر نہ آجائے) یا اللہ رحم! یہ کیا تھا؟

بانو: جی کچھ نہیں۔

نوشاد: ہم ذرا آپس میں بات کر رہے تھے۔ یہلو!

بانو: میرا خیال ہے باہر اُلو بولا تھا۔

نوشاد: اُلو نہ اُلو کا۔۔۔

ڈاکٹر: تمیز سے۔

نوشاد: (ہونٹ ایسے ہلاتا ہے جیسے اُلو کا پٹھا کہہ رہا ہو) خیر خیر، اُلو کی آواز نہیں تھی۔

ڈاکٹر: مجھے کسی مصیبت زدہ عورت کی چیخ سنائی دی تھی۔ کیا کوئی اور بھی گھر میں ہے؟

بانو: نہیں نہیں، مجھے ایسے لگا تھا جیسے آواز کہیں باہر سے آئی ہے (دیوانہ وار اشارے کرتی ہے کہ ڈاکٹر کو کہیں باہر لے جاؤ)

نوشاد: (نہ سمجھ کر) کیا ہوا تمہارے منہ میں مچھر پڑ گیا ہے! ابکائی آرہی ہے۔ اچھا باہر؟

ڈاکٹر: نہیں نہیں، آواز اندر ہی سے آئی تھی (ایک چیخ اور سنائی دیتی ہے) وہ کھا پھر ہے۔۔۔

نوشاد: اوہو، کوئی سوئمنگ پول میں نہ گر گیا ہو؟

بانو: لیکن ہمارے گھر میں سوئمنگ پول کہاں ہے؟

نوشاد: کیسے نہیں ہے۔ آیئے آیئے ڈاکٹر صاحب، دیکھیں پاس ہی کالج کا

نے سُن لی ہیں (بانو سے) بانو تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو اور میں معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ کیا ہے؟

بانو: اوہ نہیں تو، نہیں تو، کچھ نہیں ماموں جان، وہ میں آپ سے صبح بات کروں گی۔ آپ، آپ آرام کیجئے ماموں جان (کھوکھلی ہنسی)

ڈاکٹر: جب تک مجھے اس گھر کے حالات معلوم نہیں ہو جاتے، میں یہاں سے ہلوں گا نہیں۔ میں نے ان صاحب کو واضح طور پر یہ کہتے سنا ہے کہ "اگر تم نے نہ ڈھونڈا تو میں جا کر اوپر ڈاکٹر صاحب سے صاف صاف کہہ دوں گا" میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں آخر وہ کیا بتانا چاہتے ہیں۔

بانو: کچھ بھی نہیں (نوشاد سے) کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟

نوشاد: نہیں، نہیں، کچھ بھی نہیں۔

ڈاکٹر: ہوں۔ کچھ نہیں، اور میں نے یہ بھی کہتے سنا تھا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو بتا دوں گا کہ تمہارے میاں کس قسم کے آدمی ہیں؟ اب آپ کو شاید کچھ یاد آ جائے۔

نوشاد: بانو، پلیز انہیں صاف صاف بتا دو، بیکار کی جھک جھک ہے۔

ڈاکٹر: مسٹر، آپ احتیاط سے گفتگو فرمائیے۔

بانو: ماموں جان۔

ڈاکٹر: میں تمہارے شوہر سے بات کر رہا ہوں۔

بانو: (چلا کر) یہ نہیں ہیں میرے شوہر۔

ڈاکٹر: (مُنہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے) کیا؟ کیا کہا تم نے؟

بانو: یہ نہیں ہیں میرے میاں، میری اِن سے شادی۔۔۔

ڈاکٹ: یہ نہیں ہیں تمہارے شوہر، تمہاری ان سے شادی نہیں ہوئی اور پھر بھی تم

ان کے ساتھ؟ اوہ مجھے چکر سا آ رہا ہے (الماری میں سے مس چودھری کی دل ہلا دینے والی چیخ سنائی دیتی ہے۔ بانو جلدی سے لپک کر الماری کے دروازے سے لگ کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ دروازہ کھول کر کوئی باہر نہ آجائے) یا اللہ رحم! یہ کیا تھا؟

بانو: جی کچھ نہیں۔

نوشاد: ہم ذرا آپس میں بات کر رہے تھے۔ ہیلو!

بانو: میرا خیال ہے باہر اُلو بولا تھا۔

نوشاد: اُلو نہ اُلو کا۔۔۔

ڈاکٹر: تمیز سے۔

نوشاد: (ہونٹ ایسے ہلاتا ہے جیسے اُلو کا پٹھا کہہ رہا ہو) خیر خیر، اُلو کی آواز نہیں تھی۔

ڈاکٹر: مجھے کسی مصیبت زدہ عورت کی چیخ سنائی دی تھی۔ کیا کوئی اور بھی گھر میں ہے؟

بانو: نہیں نہیں، مجھے ایسے لگا تھا جیسے آواز کہیں باہر سے آئی ہے (دیوانہ وار اشارے کرتی ہے کہ ڈاکٹر کو کہیں باہر لے جاؤ)

نوشاد: (نہ سمجھ کر) کیا ہوا، تمہارے منہ میں مچھر پڑ گیا ہے! اُبکائی آ رہی ہے۔ اچھا باہر؟

ڈاکٹر: نہیں نہیں، آواز اندر ہی سے آئی تھی (ایک چیخ اور سنائی دیتی ہے) دیکھا پھر سے۔۔۔

نوشاد: اوہو، کوئی سوئمنگ پول میں نہ گر گیا ہو؟

بانو: لیکن ہمارے گھر میں سوئمنگ پول کہاں ہے؟

نوشاد: کیسے نہیں ہے۔ آیئے آیئے ڈاکٹر صاحب، دیکھیں پاس ہی کالج کا

Scanned with CamScanner

بات مان کر (ایک دم) لاحول ولاقوۃ (مس چودھری کو دیکھ کر) یہ بوجھ میں کب سے اُٹھا رہا ہوں! (پھر گھنٹی بجتی ہے) اوہ میرے خدا! میں پاگل ہو جاؤں گا، میرا ذہن پھٹ جائے گا۔

بانو: نوشاد بکواس بند کرو۔

نوشاد: اب دوبارہ تم نے یہ کہا تو۔۔۔تو میں مس چودھری کو تم پر پھینک دوں گا۔

ڈاکٹر: اندر کیا ہو رہا ہے؟

نوشاد: اوہ، اوہ !

بانو: نوشاد! عقل کی بات کرو۔

نوشاد: عقل کی بات ۔ میں تو پاگل ہو گیا ہوں، بالکل پاگل۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ میں بغیر وردی کے لڑوں گا، میں اب ہندوستانی فوج میں بھرتی ہو جاؤں گا۔ جے ہند، جے ہند (اتنے میں اشفاق سنبھلتا ہوا الماری کے دروازے کی طرف آ گیا ہے، لیکن نوشاد کا نعرہ سن کر چونک جاتا ہے اور ہاتھ میں ڈنڈا سنبھال کر نوشاد کی طرف بڑھتا ہے)

اشفاق: تم ہو میرے قاتل۔

بانو۔نوشاد: اشفاق، ہائیں (دونوں اِکٹھے)

نوشاد: (کھڑکی کی طرف لپکتے ہوئے) بانو اسے پکڑ لو۔

اشفاق: (پیچھے بھاگتے ہوئے)، (دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چکر لگاتے ہیں)

ڈاکٹر: (دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے) دروازہ نہیں کھولو گے تو میں توڑ دوں گا (باہر گھنٹی بجتی ہے اور بجتی ہی چلی جاتی ہے)

بانو: بھاگو! (نوشاد جلدی سے مس چودھری پر سے کود کر دروازہ کھولتا ہے۔ تیزی سے ڈاکٹر اندر آتا ہے۔ نوشاد بچ کر نکل جاتا ہے۔ ڈاکٹر اشفاق سے ٹکر بچاتا ہے تو مس

چودھری پر سے پرے گر پڑتا ہے۔ بڑی مشکل سے سنبھلتا ہے اور اشفاق اور نوشاد کے پیچھے لپکتا ہے۔ بانو مس چودھری کو اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ سیڑھیوں پر رانی نظر آتی ہے کہ۔۔۔)

"پردہ گرتا ہے"

Scanned with CamScanner

تیسرا ایکٹ

سین:۔ وہی

وقت:۔ چند لمحے بعد

(بانو مس چودھری کو اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے، جو فرش پر بے سدھ پڑی ہیں۔ باہر باغ سے آوازیں سنائی دیتی رہتی ہیں۔ باہر کی گھنٹی بج رہی ہے)

بانو: (بلاتے ہوئے) رانی ! رانی !! (مس چودھری کو اٹھانے کی کوشش جاری ہے) کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ پہلے ادھر آؤ، ذرا یہ ملبہ تو اٹھوا دو (بانو نے سر کی طرف سے پکڑ رکھا ہے۔ رانی نے ٹانگوں سے اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ باہر ایک شیشہ ٹوٹنے کی آواز آتی ہے۔ بانو مس چودھری کو وہیں گرا دیتی ہے۔ مس چودھری اب سیدھی دروازے کے سامنے بیچوں بیچ پڑی ہے۔ بانو کھڑکی کی طرف لپکتی ہے) کیا کر رہے ہیں یہ لوگ باہر؟ (رانی دروازے میں کھڑی ہو کر جھانکتی ہے)

رانی: آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں سب ! (خوش ہو کر) اوہو ہو ہو (ایک دم) اوئی اللہ۔ (ایک طرف ہٹتی ہے کیونکہ نوشاد تیر کی طرح بھاگتا ہوا آتا ہے۔ مس چودھری کے اوپر سے نہایت صفائی سے پھلانگ جاتا ہے۔ پھر دوسرے دروازے سے نکل جاتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے اشفاق بھاگتا ہوا آتا ہے جو اُسی طرح کودتا پھلانگتا اس کے پیچھے پیچھے نکل جاتا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر بھاگتا ہوا آتا ہے)

ڈاکٹر: (مس چودھری پر سے پھلانگتے ہوئے) بسم اللہ۔

رانی: آہاہاہا کیسا مزا آ رہا ہے، میں بھی بھاگوں ان کے پیچھے؟ (اتنے میں نووارد بھی کھڑکی کے ذریعے اندر آتا ہے اور بھاگتا ہوا مس چودھری پر سے کود کر دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔ رانی بھی بھاگنے کو ہی ہے) آہاہا۔ یہ کون؟ (بھاگتی ہے)

بانو: (نووارد کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے) یہ کون تھا؟ اے اے ٹھہرو، کون ہو تم؟ کہاں جا رہے ہو؟ (باہر گھنٹی مسلسل بج رہی ہے)

رانی: میرا خیال ہے باہر کوئی آیا ہے۔

بانو: وہ تو ظاہر ہی ہے لیکن جب تک مس چودھری کا کچھ بندوبست نہیں ہوتا کسی کو اندر بلا بھی تو نہیں سکتے (مس چودھری کو اُٹھا کر بٹھا دیتی ہے، زمین پر ہی)

رانی: آپ باہر دروازے پر جایئے، ان کا بندوبست میں کرلوں گا۔ آج کی رات تو میں ان کے بندوبست کے لئے وقف کر چکی ہوں۔

بانو: ٹھہرو، میں تمہاری مدد کرتی ہوں۔

رانی: نہیں نہیں، آپ باہر جایئے، دیکھئے کون آیا ہے؟ میں ایک منٹ میں ان کو غائب کرتی ہوں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے اُن کو باہر روکئے گا۔

بانو: شکریہ رانی ! (مس چودھری کو فوراً چھوڑ دیتی ہے، جو دھم سے زمین پر پڑتی ہے) (دروازے پر گھنٹی)

رانی: (مس چودھری کو پھر بٹھاتی ہے) آپ تو ایک مصیبت ہیں مصیبت، ناک میں دم آ گیا ہے۔

مس چودھری: میں کہاں ہوں۔ (رانی کو دیکھ کر) یہ مجھے بار بار دھچکا سا کیوں لگتا ہے؟

رانی: سنیے، غور سے سنیے میری بات، آپ کو اب چھپ جانا ہے کہیں۔ سمجھیں۔۔۔؟

مس چودھری: کیوں چھپوں؟

رانی: اس لئے کہ اس وقت گھر میں ایک عدد وائس چانسلر صاحب موجود ہیں۔

مس چودھری: آں؟ وائس چانسلر۔ اب کیا ہوگا؟ اگر اُنہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا تو۔۔۔؟

رانی: اگر انہوں نے آپ کو یہاں اور اس حالت میں دیکھ لیا تو آپ کی شامت آجائے گی، سمجھیں۔ اس لئے عرض کر رہی تھی کہ آپ چھپ جایئے۔

مس چودھری: کہاں۔۔۔؟

رانی: چلئے، اب آپ اپنی پرانی جگہ پر چلئے۔ جب حالات سُدھر جائیں گے تو میں آپ کو جگا دوں گی۔ (سہارا دے کر مس چودھری کو پھر الماری کی طرف لے جاتی ہے)

مس چودھری: (الماری کے دروازے میں کھڑی ہو کر) رانی تم۔۔۔تم چانسلر کو کہنا کہ میں تو یہاں آئی ہی نہیں۔

(رانی مس چودھری کو الماری میں بند کر دیتی ہے)

بانو: (دروازے میں سے جھانک کر) رانی! محمود صاحب آگئے ہیں۔ اب اندر لے آؤں؟

رانی: سب ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے، بلا لیجئے۔

بانو: (بڑی شگفتگی سے) آیئے آیئے، تشریف لایئے (بانو کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے محمود صاحب داخل ہوتے ہیں۔ محمود کوئی 40-50 سال

کے لگ بھگ ہے۔ جیسے ہی وہ داخل ہوتا ہے، باہر باغ سے ایک وحشیانہ قسم کی آواز آتی ہے۔ محمود اس آواز سے گھبرا کر ایک دو قدم جلدی سے اُٹھاتا ہے جیسے ڈر گیا ہو، لیکن اس کے بعد اسے احساس ہوتا ہے کہ ڈرنا کچھ ٹھیک نہیں۔ کچھ کھسیانا سا ہو کر ہنستا ہے۔ بانو کھڑکی کی طرف لپکتی ہے)

محمود: شکریہ، شکریہ، مہربانی۔ بڑی نوازش آپ کی۔

بانو: (کھڑکی کی طرف سے لوٹتے ہوئے) جی نہیں، مطلق نہیں۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھئے۔ آپ کو باہر انتظار کرتے، بہت دیر ہوگئی کیا؟

محمود: جی نہیں۔ میں کوئی آدھ گھنٹہ باہر کھڑا رہا ہوں گا، اتنے میں آپ آگئیں (ہنستا ہے)

بانو: خوب خوب، بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر، تشریف رکھئے۔

محمود: شکریہ۔

بانو: لایئے اپنی ٹوپی اور کوٹ دے دیجئے، الماری میں رکھ دوں۔۔۔ اور یہ بھی دے دیجئے رکھ دوں (مفلر کھینچتی ہے جس سے محمود کا گلا تقریباً گھُٹ جاتا ہے)

محمود: (گھبرا کر) اوہو!

بانو: معاف کیجئے گا (کوٹ وغیرہ لے کر کرسی پر رکھ دیتی ہے پھر مدھم آواز میں) وہ مصیبت کہاں ہے رانی؟

رانی: الماری میں (الماری کی طرف اشارہ کرتی ہے)

بانو: اچھا، بس ٹھیک ہے (واپس محمود کی طرف جاتے ہوئے) معاف کیجئے گا میں ذرا۔۔۔

محمود: معافی تو دراصل مجھے مانگنی چاہئے جو اتنی رات گئے پہنچا ہوں، بڑا

Scanned with CamScanner

نامناسب وقت ہے۔

بانو: جی نہیں، کوئی بات نہیں میں نے عرض کیا نا، آپ اسے اپنا ہی گھر سمجھئے، تکلف کی کوئی ضرورت نہیں (باہر سے پھر گڑبڑ کی آواز آتی ہے۔ بانو پھر کھڑکی کی طرف جاتی ہے)

محمود: لیکن آپ کو۔۔۔ (نوشاد گھبرایا ہوا اندر داخل ہوتا ہے۔ غالباً کتا اس کو بھگا رہا ہے۔ غیرارادی طور پر جہاں مس چودھری پہلے پڑی ہوئی تھیں، اس جگہ پر سے پھلانگ کر دوسرے دروازے میں سے باہر نکل جاتا ہے۔ محمود یہ سب Blankly دیکھ رہا ہے۔ بانو سب کچھ Ignore کرتے ہوئے محمود سے مخاطب ہوتی ہے)

بانو: جی تو آپ کیا کہہ رہے تھے؟

محمود: (گھبرا کر) جی! اوہو! جی وہ میں کہہ رہا تھا کہ آپ کو مجھے اس وقت یہاں دیکھ کر بہت حیرت ہوئی ہوگی۔

بانو: جی نہیں، بالکل نہیں۔

محمود: حیرت نہیں ہوئی۔۔۔؟

بانو: (بڑبڑاتے ہوئے) اتنوں میں ایک اور کے اضافے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ (اشفاق داخل ہوتا ہے۔ کچھ دیر بیچ میں کھڑا رہتا ہے۔ بانو جلدی سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے) اس طرف اشفاق (اشفاق اس طرف سے باہر چلا جاتا ہے)

محمود: مسز طور، تکلّف کی کوئی بات نہیں۔ میرے آنے سے اگر آپ کو ذرا بھی تکلیف ہو تو آپ مجھے بتا دیجئے، میں کسی ہوٹل میں چلا جاؤں گا۔

بانو: (جو دروازے کے پردے سے جھانکنے میں مصروف ہے) آپ کی بڑی مہربانی!

محمود: جی؟؟ جی بہت اچھا۔ ویسے میرا نام محمود ہے، محمود حسین۔

بانو: (بے خیالی میں جھانکتے ہوئے) ضرور ہوگا (جلدی سے ایک طرف ہٹ جاتی ہے، کیونکہ دروازے میں سے ڈاکٹر داخل ہوتا ہے۔ بانو ڈاکٹر کو ہاتھ کے اشارے سے) اس طرف! (ڈاکٹر اسی طرف کے دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔ محمود اپنا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے اور جھوم سا جاتا ہے۔ اس تمام گڑبڑ سے پھر ذرا سنبھل کر)

محمود: میں۔۔۔م۔۔۔میں مسز طور، وہ دراصل میں نے ریلوے کا ٹائم ٹیبل دیکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر میں گاڑی سے نہ آتا تو پھر کل شام تک کوئی اور ٹرین نہ ملتی اور میں۔۔۔ (اتنے میں نووارد داخل ہوتا ہے اور محمود صاحب اب تک عادی ہو جانے کی وجہ سے خود بھی اسی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، جس طرف بانو اب تک سب کو بھیج چکی ہے، کہتے ہیں) اے بھائی صاحب، اُس طرف (نووارد چلا جاتا ہے) کل صبح Convocation میں شرکت نہ کر سکتا تھا۔

بانو: (دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے) اب تک پتہ نہیں چل سکا، یہ کون ہے؟

محمود: جی کیا کہا آپ نے؟

بانو: جی کچھ نہیں۔ معاف کیجئے گا آپ کچھ کہہ رہے تھے نا؟ غالباً آپ کہہ رہے تھے۔۔۔ کہہ رہے تھے۔۔۔

محمود: (بے توجہ ہو کر) جی میں اشفاق صاحب سے مل سکتا ہوں؟

بانو: اشفاق صاحب سے؟ اوہو، ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ آتے جاتے اسی بھاگ دوڑ میں پکڑ لیجئے گا، چند لمحوں کو۔

محمود: آتے جاتے بھاگ دوڑ میں؟؟ مسز اشفاق۔۔۔ آپ مسز اشفاق ہی ہیں نا؟

بانو: (کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے) اس وقت مجھے کچھ پتہ نہیں کہ کیا کہنا مناسب ہے؟ بس سمجھئے کہ۔۔۔ کہ ہوں ہی۔

محمود: آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا مسز طور؟

بانو: جی ہاں، میرا خیال ہے بالکل ٹھیک ہے۔

محمود: تو پھر کیا کوئی چیز آپ کو پریشان کر رہی ہے؟

بانو: جی نہیں، کوئی چیز نہیں (باہر سے پھر ایک دھماکہ) بالکل کوئی چیز نہیں۔

محمود: مگر یہ۔۔۔ یہ لوگ کون ہیں جو ڈرتے ہوئے آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔۔۔ یعنی تمام گھر۔۔۔

بانو: اوہو! یہ لوگ؟ یہ لوگ۔۔۔ آپ ان کی طرف بالکل توجہ مت دیجئے، Ignore کیجئے، یہ سب کچھ تو Convocation کے سلسلے میں ہے۔

محمود: Convocation کے سلسلے میں؟

بانو: جی ہاں، اس موقع پر یہ بھی ایک تقریب سی ہوتی ہے۔ یہ بھاگ دوڑ کھیل ہے جو Convocation سے ایک رات پہلے کھیلا جاتا ہے۔ بڑا مزہ آتا ہے، چاہیں تو آپ بھی شامل ہو سکتے ہیں، ہوں گے؟

محمود: جی نہیں، مجھے تو کوئی اتنا شوق نہیں ہے کھیلنے کا (باہر سے اور شور وغل کی آواز۔ محمود گھبرا جاتا ہے)

بانو: (کھڑکی کی طرف لپکتے ہوئے) اوہو! بڑا افسوس ہے آپ کو کھیلنے کا شوق ہی نہیں ہے۔ ویسے کیا آپ کو گانا آتا ہے؟

محمود: (حیرت سے) جی نہیں مسز طور۔ مجھے افسوس ہے گانا تو مجھے بالکل نہیں آتا۔ یوں ہی کبھی کبھی اشعار ترنم سے کہہ لیتا ہوں، مگر گانا صحیح معنوں میں تو نہیں آتا۔

بانو: اچھا تو آپ اس وقت کچھ ترنم سے پڑھ دیجئے۔

محمود: اس وقت؟

بانو: جی ہاں، ابھی ابھی۔ اس وقت ہی تو ضرورت ہے۔

محمود: اچھا آپ اصرار کرتی ہیں تو۔۔۔ تو پھر کیا سناؤں آپ کو؟

بانو: آپ کو وہ آتا ہے، وہ۔۔۔ ''میرے آنگن میں ناچے''۔۔۔؟

محمود: میں نے عرض کیا نا! مجھے گانا نہیں آتا البتہ کوئی نظم سُنا دیتا ہوں۔ ذرا سوچ لوں (سر جھکا کر سوچتا ہے) (باہر سے ایک دھماکہ کی آواز آتی ہے۔ بانو فوراً کمرے سے باہر نکل جاتی ہے۔ محمود کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ جا چکی ہے) اچھا مسز اشفاق، میں اس وقت آپ کو۔ اوہو! مسز طور (پلٹ کر) ارے مسز طور!! (پہلے کھڑکی کی طرف لپکتا ہے، پھر دروازے کی طرف۔ اتنے میں الماری کے دروازے پر کسی کے کھٹکھٹانے کی آواز آتی ہے، اس کے ساتھ ہی کسی کے کراہنے کی آواز) کون ہے؟ آ جاؤ ! (پھر سے کراہنے کی آواز۔ اب محمود سمجھتا ہے کہ الماری میں سے آواز آ رہی تھی، اب تک وہ باہر کے دروازے میں سمجھ رہا تھا) الماری میں کوئی چیز بہت کرب میں معلوم ہوتی ہے! ہمت محمود، ہمت محمود ہمت! یا اللہ خیر (الماری کی طرف جا کر دروازہ کھولتا ہے اور دروازہ کھلتے ہی مس چودھری باہر آ کر پڑتی ہے۔ جنہیں وہ اپنے بازوؤں میں تھام لیتا ہے) یا اللہ! ارے یہ تو کوئی خاتون ہیں۔ کیا ہوا آپ کو محترمہ؟

مس چودھری: کہاں ہے وہ؟ کہاں ہے وہ؟

محمود: کون کہاں ہے محترمہ؟

مس چودھری: وہ آدمی۔۔۔ وہ آدمی۔۔۔

محمود: میرا خیال ہے آپ بیٹھ جایئے۔

Scanned with CamScanner

مس چودھری: نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ مجھے اس گھر سے فوراً غائب ہو جانا چاہیے، بڑا بھیانک گھر ہے یہ۔

محمود: بھیانک گھر؟ لیکن محترمہ یہ تو کالج کے وائس پرنسپل کا گھر ہے۔

مس چودھری: وائس پرنسپل کا ہو یا پرنسپل کا، اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں، لیکن اس گھر میں مجھ پر حملہ ہوا ہے۔

محمود: اچھا؟

مس چودھری: جی ہاں۔

محمود: جی ہاں کیا؟

مس چودھری: ذرا سوچئے کل Convocation ہے اور آج ۔۔۔ اور آج میری یہ حالت بنائی گئی ہے ۔۔۔ اب کیا ہوگا؟ (صوفے پر نڈھال ہو کر گر جاتی ہے اور رونے لگتی ہے)

محمود: سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ بھی ٹھیک ہو جائیں گی اور Convocation بھی۔ آپ بیٹھیے تو سہی (مس چودھری کے قریب بیٹھ جاتا ہے)

مس چودھری: سب کیسے ٹھیک ہو جائے گا؟

محمود: آپ بتائیے تو سہی کہ یہ سب آخر ماجرا کیا ہے؟

مس چودھری: نہیں، سب ماجرا تو نہیں بتا سکتی۔

محمود: اچھا چلئے، جتنا بھی بتا سکتی ہیں بتائیے؟

مس چوھری: ہم تنہا ہی ہیں کیا؟ کمرے میں کوئی اور تو نہیں ہے (اپنا ہاتھ محمود کے گھٹنے پر رکھ دیتی ہے)

محمود: (اس کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے) آہاہاہا، نہیں نہیں۔

مس چودھری: ہم اکیلے ہی ہیں نا؟ (اور ہاتھ پھر اسی جگہ پر)

محمود: (پھر ہٹاتے ہوئے) ایسے نہ کیجئے۔

مس چودھری: مسز طُور کہاں ہیں؟

محمود: مسز طُور؟ ابھی تو یہیں تھیں (اٹھتا ہے)

مس چودھری: انہیں نہیں پتہ چلنا چاہئے کہ میں یہاں ہوں، یہ سب انہی کا کیا دھرا ہے (محمود کے پیچھے جاتے ہوئے)

محمود: کیا سب؟

مس چودھری: میری یہ حالت، تباہی ۔۔۔

محمود: میں سمجھا نہیں۔ کس نے، کس نے کی آپ کی یہ حالت ۔۔۔

مس چودھری: مجھے لے چلئے، مجھے لے چلئے (بازو پکڑ کر کہتی ہے۔ اتنے میں رانی داخل ہوتی ہے)

محمود: دیکھئے، خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔

رانی: ارے ارے، آپ کس طرح چھٹ آئیں؟

محمود: چھٹ آئیں؟

رانی: اچھا تو اب آپ پر نظر کرم ہوئی ان کی۔ خیر آپ اُن کی بالکل پرواہ مت کیجئے، انجان رہئے۔ ان کی طبیعت ذرا ٹھیک نہیں ہے (سر ہلاتی ہے) گویا آپ تو سمجھتے ہوں گے ان کی دیوانگی کو؟

مس چودھری: یہ جھوٹ ہے! تہمت ہے (اشفاق داخل ہوتا ہے لیکن مس چودھری کو دیکھتے ہی اُلٹے پاؤں واپس چلا جاتا ہے) وہ رہا ۔۔۔ وہ ۔۔۔ رہا ۔۔۔ وہی تو تھا (چلاتی ہے اور ایک دو قدم چل کر رانی کے بازوؤں میں گر جاتی ہے)

رانی: (دوبارہ مس چودھری کو الماری کی طرف لے جاتے ہوئے) جناب کی جگہ تو یہ

Scanned with CamScanner

ہے یہ۔۔۔(مس چودھری کو الماری کے اندر داخل کرتی ہے) واپس اپنے ٹھکانے پر (دروازہ بند کر دیتی ہے)

محمود: (حیران ہو کر) لیکن یوں ان کو آپ نے اس الماری میں کیوں بند کر دیا؟

رانی: ارے سرکار، ان کی حالت اب خاصی تشویشناک ہوتی جا رہی ہے اور ان کو ڈاکٹر نے اندھیرے کی ضرورت بتائی ہے اندھیرے کی، اندھیرے کی۔ ویسے خیر حملہ وملہ تو نہیں کرتیں لیکن کبھی کبھی کر بھی دیتی ہیں۔ دراصل انہیں کوئی اُکسائے نہ تو ٹھیک بھی رہتی ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات کو۔

محمود: جی ہاں، جی ہاں خوب! اچھا یہ بتایئے وہ کون آدمی تھا جو ابھی بڑا گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا؟

رانی: بس جی اس گھر میں تو ایسے ایسے حادثات ہوتے ہیں کہ آپ نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے۔

محمود: ٹھیک ہی کہتی ہو گی تم بھی، کیونکہ میں جب سے آیا ہوں میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ادھر سے لوگ گھستے ہیں اور ادھر سے نکل جاتے ہیں (صوفے پر جا کر بیٹھ جاتا ہے)

رانی: آپ کے لئے کافی لاؤں؟

محمود: نہیں کافی تو نہیں چاہئے، لیکن اگر دودھ کا گلاس مل جاتا تو بہت اچھا تھا۔

رانی: گرم یا ٹھنڈا؟

محمود: گرم۔

رانی: ابھی لائی (دروازے کی طرف جاتے ہوئے) اور ہاں آپ جو کچھ بھی دیکھئے یوں سمجھئے گا جیسے آپ نے کچھ نہیں دیکھا (چلی جاتی ہے)

محمود: جو کچھ بھی دیکھوں، یہ سمجھوں کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا (بانو کھڑکی میں سے داخل ہوتی ہے اور محمود کے یہ الفاظ سُن لیتی ہے)

بانو: (اندر داخل ہو کر) آہاہاہا، واہ واہ، بہت بہت شکریہ، مزہ آ گیا۔

محمود: (گھبرا کر اور حیران ہو کر) کاہے کا مزہ آ گیا؟

بانو: آپ کے ترنم کا۔ اب کچھ اور کیوں نہ ہو جائے۔ وہ۔۔۔ وہ ہے نہ ہوش کی نظم "دیوانی"۔

محمود: دیوانی؟ وہ تو الماری میں ہے (یعنی دیوانی)

بانو: (ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف جا کر جھانکتی ہے) اوہو، لیکن آپ کو تو اب آرام کرنا چاہئے، اتنا لمبا سفر کیا ہے آپ نے؟ آپ ضرور تھک گئے ہوں گے۔ آپ یہاں صوفے پر آرام سے بیٹھئے نا، آپ کا اپنا ہی گھر ہے۔ ٹھہریئے، میں آپ کے لئے شربت بناتی ہوں (سامنے رکھی ہوئی شربت کی بوتل اٹھا کر شربت بنانے لگتی ہے)

محمود: نہیں نہیں، آپ تکلیف نہ کیجئے۔

بانو: اوہو، کوئی بات نہیں، آپ تو ہمارے مہمان ہیں (نوشاد داخل ہوتا ہے۔ بانو جس ہاتھ میں گلاس لئے ہوئے ہے اسی سے اشارہ کرتی ہے) اس طرف! (نوشاد جلدی سے بانو کے ہاتھ میں سے گلاس لے کر دوسرے دروازے سے نکل جاتا ہے۔ بانو کو یہ احساس نہیں ہے کہ گلاس جا چکا ہے۔ وہ نوشاد کی طرف دیکھتے ہوئے محمود کی طرف بڑھتی ہے) یہ لیجئے، یہ لیجئے، آپ کی طبیعت کچھ بہتر ہو گی، تکان دور ہو گی۔

محمود: اوہو، آپ نے خواہ مخواہ تکلف کیا (بانو کا خالی ہاتھ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اور پھر سوچتا ہے شاید یہ بھی دیوانی ہے، تو ڈر جاتا ہے) خیر اب آپ لے آئی

Scanned with CamScanner

ہیں تو لائیے (گلاس لیتے ہوئے) آہاہا بہت مزے کا ہے، بے حد مزے کا، واہ۔ کیا آپ؟

بانو: گلاس؟ (محمود بے خیالی کے طور پر ہی گلاس واپس دیتا ہے اور بانو یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید محمود کا دماغ خراب ہے، گلاس لے کر میز پر رکھ دیتی ہے) میرا خیال ہے آپ کی طبیعت اب کچھ بہتر ہے؟

محمود: جی ہاں، جی ہاں، بہت بہتر ہے۔

بانو: پھر بھی میرا خیال ہے کہ آپ اب کچھ دیر آرام کر ہی لیں تو بہتر ہے، دماغ کیلئے آرام کی بہت ضرورت ہوتی ہے (یہ کہہ کر بھاگ جاتی ہے)

محمود: جی! دماغ کے لئے؟ یہ لوگ سب پاگل ہو گئے ہیں یقیناً (لیکن بانو جا چکی ہے۔ محمود جلدی سے ایک گلاس پانی پیتا ہے اور پھر جلدی سے ہیٹ، بیگ اور کوٹ لے کر کھڑکی کی طرف بڑھتا ہے کہ نوشاد داخل ہوتا ہے)

محمود اور نوشاد: اوہو، معاف کیجئے گا طور صاحب، آپ نے تو مجھے بھی گھبرا ہی دیا۔

محمود: طور صاحب۔ میرا خیال ہے میں کسی پاگل خانے میں آ گیا ہوں۔

نوشاد: یہ تو تم ہی کو معلوم ہو گا طور، کہ تم کہاں ہو کیونکہ یہ تمہارا ہی گھر ہے طور۔۔۔

محمود: طور یہ ہی ہے نا؟

نوشاد: مجھے کیا پوچھتے ہو طور؟

محمود: یہ آپ بار بار مجھے طور طور کیا کہہ رہے ہیں؟

نوشاد: تو آپ طُور طُور نہیں ہیں کیا؟

محمود: نہیں۔

نوشاد: پھر کون ہیں؟

محمود: میرا نام تو محمود حسین ہے۔

نوشاد: اچھا تو اصل محمود صاحب آپ ہیں، پھر تو ٹھیک ہے۔ دیکھئے آپ نے یہاں کہیں کوئی فوجی وردی تو نہیں دیکھی؟

محمود: فوجی وردی؟ (ذرا آہستہ اپنے سے) تو ایک اور شرکت ہوئی (بلند آواز سے) میرا تو خیال تھا کہ جناب تھوڑی دیر آرام فرماتے تو اچھا تھا، آنکھ مچولی سے آپ کی طبیعت یقیناً تھک گئی ہو گی (بانو داخل ہوتی ہے)

بانو: اچھا تو یہاں ہیں آپ؟

نوشاد: میری وردی؟ نہیں ملی، ارے بانو میں ان بڑے میاں کو تمہارے بڑے میاں سمجھے ہوئے تھا (محمود جا کر ٹوپی اور کوٹ رکھ دیتا ہے)

بانو: لاحول ولا، معلوم نہیں تمہیں ایسا بیہودہ خیال کیسے آ سکتا ہے!

نوشاد: بھئی معاف کرنا، لیکن تمہی نے تو کہا تھا کہ آج سب کالی اچکن میں ہیں۔ ان حضرت کو تمہارے گھر دیکھ کر میں سمجھا کہ، اچھا خیر۔۔۔

بانو: ماموں جان کہاں ہیں؟

نوشاد: ماموں؟ اوہو ماموں۔ بھئی آخری دفعہ جو مجھے انہیں دیکھنا پڑتا ہے، تو وہ ایک پلنگ کے نیچے گھسے ہوئے تھے۔

بانو: جاؤ انہیں فوراً برآمد کر کے لاؤ۔

نوشاد: بھئی میں تو ذرا دم لینے کے لئے بیٹھنا چاہتا تھا۔

بانو: تم کیا کرنا چاہتے تھے؟

نوشاد: (محمود کی طرف اشارہ کر کے) کم از کم ہمارے معزز مہمان نے تو یہی مشورہ دیا تھا (محمود سے) کیوں صاحب، یہی مشورہ دیا تھا نہ آپ نے؟

محمود: جی ہاں، کیونکہ آپ مجھے کچھ کچھ بدحواس معلوم ہوتے تھے (رانی دودھ کا

گلاس ٹرے میں لگائے ہوئے داخل ہوتی ہے)

رانی: آپ ٹھیک کہتے ہیں، آج یہاں کسی کے بھی حواس درست نہیں ہیں۔

نوشاد: (جلدی سے محمود کو) معاف کیجئے گا (اور صوفے کے نیچے چھپ جاتا ہے)

رانی: یہ لیجئے دودھ حاضر ہے۔

محمود: شکریہ۔ (دودھ کا گلاس لے لیتا ہے)

رانی: (صوفے کے اوپر سے جھانک کر نوشاد سے) اور آپ کیا خوامخواہ چھپتے پھر رہے ہیں۔

نوشاد: (صوفے کے پیچھے سے بہت ندامت کے ساتھ اٹھتا ہے) آہم۔

رانی: آخر آپ مجھ سے کیا چھپانا چاہتے ہیں، جو ہر دفعہ میرے آنے پر چھپ جاتے ہیں؟

نوشاد: اب میں کیا بتاؤں؟

رانی: آپ کو اپنی رانی پر اعتبار نہیں ہے کیا؟ اطمینان رکھئے، رانی سے آگے کوئی بات نہیں جائے گی۔

بانو: رانی تم جا سکتی ہو۔

رانی: جی بہت اچھا (نوشاد سے) ویسے آپ مجھے وردی میں زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

نوشاد: اوہو، خوب یاد دلایا آپ نے، آپ نے میری فوجی وردی تو نہیں دیکھی کہیں ؟

رانی: یقیناً (دروازے کی طرف جاتے ہوئے)

نوشاد: (ناامیدی سے) یقیناً (پھر اچانک چونک کر) یقیناً؟ کیا مطلب ہے۔ یقیناً دیکھی ہے یا یقیناً نہیں دیکھی (اس کے ساتھ دروازے کی طرف جاتے

ہوئے)

رانی: یقیناً دیکھی ہے۔

نوشاد: (چلا کر) دیکھی ہے، کہاں ہے؟ کہاں ہے؟ کہاں ہے؟

رانی: باورچی خانے میں۔

نوشاد: باورچی خانے میں؟ (پھر محمود کی طرف پلٹ کر جیسے اب تک یقین ہو چکا ہے کہ نوشاد کا دماغ بالکل خراب ہے) سنتے ہیں آپ؟ میرا باورچی، وردی خانے میں ہے۔

رانی: ہاں ہاں، تو حفاظت کے لئے لے جانی ہی پڑی باورچی خانے میں۔

نوشاد: (دیوانہ سا ہو کر) رانی، مجھے تم سے عشق ہے۔

بانو: خدا کے لئے خاموش رہو نوشاد، جاؤ رانی ان کی وردی لے آؤ۔

رانی: جی اچھا (دروازے سے پلٹ کر نوشاد سے) ویسے انہیں مجھ سے عشق ہے (چلی جاتی ہے)

بانو: (محمود سے) اس کی باتوں کی طرف بالکل توجہ مت دیجئے، یہ ذرا۔۔۔ ذرا۔۔۔ یہ ذہنی طور پر کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

محمود: مسز طور۔۔۔ آپ مسز طور ہی ہیں نا؟

بانو: کم از کم اس کے بارے میں تو مجھے پورا یقین ہے۔

محمود: مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری موجودگی سے آپ کو بہت زحمت ہو رہی ہے، اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔ تو آج کی رات میں ہوٹل میں گزار لوں۔

بانو: واقعی محمود صاحب، میں بے حد نادم ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کو کیونکر سمجھاؤں۔۔۔ لیکن آج کی رات واقعی کچھ بہت ہی عجیب

Scanned with CamScanner

حالات ہو رہے ہیں۔

نوشاد: ہاں ہاں، کیا مضائقہ ہے! انہیں بتا دو نا تمام حالات۔

محمود: طور صاحب! آپ طور صاحب ہیں یا نہیں؟

بانو: (نوشاد کی طرف جاتے ہوئے) یہی تو ساری بات ہے، یہ تو طور نہیں ہیں۔ دراصل طور تو باہر باغ میں ہیں، بس اندر آتے ہی ہوں گے۔

نوشاد: کیا؟ کیا کہا تم نے؟ (باہر سے شور وغل کی آوازیں آتی ہیں۔ اچانک نووارد کھڑکی سے اندر داخل ہوتا ہے)

محمود: (نووارد کو اشفاق سمجھتے ہوئے) ہیلو! طور صاحب (نووارد کی طرف بڑھتا ہے۔ نووارد سمجھتا ہے کہ وہ اسے پکڑنے آیا ہے۔ اس لئے ایک عدد گھونسہ ٹکا دیتا ہے۔ محمود بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ نووارد بھاگ جاتا ہے)

بانو: آخر یہ شخص ہے کون؟

نوشاد: ہالٹ۔

بانو: ارے ارے، لیکن ان حضرت کو کیا ہو گیا ہے؟

نوشاد: میرا خیال ہے تھک گئے ہیں بہت۔

بانو: نہیں نہیں، بے ہوش ہو گئے ہیں۔

نوشاد: بہت خوش نصیب ہیں۔

بانو: اب اس کا کچھ بندوبست کرو نا؟

نوشاد: بھئی میں ان وارداتوں کا بندوبست کہاں تک کئے جاؤں؟

بانو: ٹھہرو! ٹھہرو شاید ہوش آ رہا ہے (بڑھ کر پانی کا گلاس اُٹھا کر محمود صاحب کے منہ پر پھینک دیتی ہے)

محمود: میں کہاں ہوں؟

نوشاد: اب ان معلومات کی کیا ضرورت پڑ گئی؟

بانو: یہ لو ان کا دودھ پلا دو انہیں۔

نوشاد: یہ لیجئے، پیجئے اسے اور فوراً ہوش میں آ جائیے۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، ضائع کرنے کو، ابھی وردی بھی ڈھونڈنی ہے۔

محمود: (گلاس کو ہاتھ سے دھکیلتے ہوئے) ہوا۔۔۔ہوا۔۔۔ ہوا کی ضرورت ہے مجھے، میرا دم گھٹ رہا ہے۔

نوشاد: بھئی، انہیں یہ نہیں چاہئے (خود پی لیتا ہے اور خالی گلاس بانو کو لوٹا دیتا ہے) انہیں ہوا کی ضرورت ہے (محمود سے) ٹھہرو، باہر باغ میں لئے جاتا ہوں۔ آیئے آیئے، اس طرف آ جائیے۔

بانو: اُفو! کدھر جا رہے ہیں آپ؟

نوشاد: بس ذرا سوئمنگ پول تک (محمود کے ساتھ نکل جاتا ہے)

بانو: (بائیں کو جاتی ہے اور دروازہ کھولتی ہے۔ نووارد دروازے میں کھڑا ہے) اوہ! تشریف رکھیئے (نووارد اندر آ جاتا ہے۔ جیب میں ایک ہاتھ ڈالے کھڑا ہے)

نووارد: دیکھو! میں اپنے مقصد کے لئے سب کچھ کر گزرنے والا آدمی ہوں۔

بانو: جی فطرتاً لاپرواہ تو میں بھی نہیں ہوں۔

نووارد: جانتی ہو، میں کون ہوں؟

بانو: میں بے حد نادم ہوں۔ شام سے یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں، لیکن یاد نہیں آتا کہ آپ سے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔

نووارد: (قریب آتے ہوئے) بہت سے لوگ مجھے پکڑ لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

بانو: ارے نہیں نہیں، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، وہ تو کچھ اور۔۔۔

Scanned with CamScanner

نووارد: میں جو کہہ رہا ہوں، وہ صرف میری تلاش میں ہیں۔

بانو: (بیکار سمجھتے ہوئے) چلئے پھر تو تمام رات پڑی ہے (نووارد جیب سے ریوالور نکالتا ہے) یہ کیا ہے؟ اونہہ، بھئی آپ اسے جیب میں ہی رکھئے، کہیں چل چلا نہ جائے۔

نووارد: چلانے ہی کے لئے ہے، اگر۔۔۔

بانو: کیا مطلب؟

نووارد: خاموش رہو! (قریب آتے ہوئے) اگر جان عزیز ہے تو میری مدد کرنے سے انکار نہ کرنا۔

بانو: لیکن۔۔۔ (باغ میں سے آواز آتی ہے)

نووارد: وہ لوگ آرہے ہیں (بانو کو صوفے پر بٹھا دیتا ہے) بیٹھ جاؤ (خطرناک طریقے سے ریوالور دکھاتے ہوئے) دیکھو اگر کوئی میرے بارے میں پوچھے تو کہنا کہ میں تمہارا شوہر ہوں، سمجھیں؟

بانو: نہیں بابا! پہلے بہت ہو چکی ہے، اور زیادہ شوہر نہیں چاہئیں۔

نووارد: بکومت! زندگی چاہتی ہو تو مجھے شوہر کہنا ہو گا (بانو کے بائیں طرف بیٹھ جاتا ہے۔نوشاد اور محمود آتے ہیں)

نوشاد: لو بھئی ہم آگئے۔

نووارد: خبردار جو مجھے دھوکہ دیا۔

بانو: (محمود سے) کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟

محمود: میں۔۔۔ جی۔۔۔ ٹھیک ہے (پلٹ کر نوشاد سے) کیا واقعی آپ مسٹر طور نہیں ہیں؟

نوشاد: اب آپ پھر سے سب قصہ نہ شروع کیجئے۔

بانو: (ڈر کر نووارد کو دیکھتی ہے) اوہ! نہیں تو، یہ تو طور نہیں ہیں (نووارد کی طرف اشارہ کر کے) آ۔۔۔ مسٹر طور تو یہ ہیں (نووارد سے) ہیں ناڈیئر؟

نووارد: ہاں۔

نوشاد: اوہ، بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ڈیئر۔ اوہ، میرا مطلب ہے ابھی آپ سے ملاقات ہوئی تھی، آپ بھاگتے بہت خوب ہیں۔ جی ہاں! بہت خوب صاحب۔

نووارد: ہوں۔

نوشاد: دیکھئے یعنی ابھی پانچ منٹ پہلے۔۔۔ ایک جانگیئے میں۔۔۔ نہایت نفیس جانگیہ تھا وہ۔ جی ہاں اس میں دوڑ لگا رہے تھے اور اب آرام سے کپڑے تبدیل کر کے یہاں تشریف رکھتے ہیں، اور ذہنی حالت بھی ٹھیک ہے۔ حالانکہ ان حالات میں ناممکن ہے۔ بہت خوب صاحب، بہت خوب۔

بانو: آپ تو بس کچھ ایسے ہی ہیں۔ ہیں ناڈیئر؟

نووارد: کیسے؟

بانو: مطلب، کبھی لباس ہے تو کبھی نہیں ہے (محمود آہستہ آہستہ سے اپنی چیزیں اٹھاتا ہے تا کہ چپکے سے نکل جائے)۔

نوشاد: بانو تم نے ان کو وہ بتا دیا؟ میرا مطلب یعنی انہیں معلوم ہے کہ میں۔۔۔ (اپنی طرف اور پھر بانو کی طرف اشارہ کرتا ہے) کون ہوں؟ اور تم نے ان سے پوچھ لیا (نووارد اور الماری کی طرف اشارہ کرتا ہے) وہ کیا تھا؟

بانو: وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ تو سب مذاق تھا، تھا نا۔۔۔؟

نووارد: مذاق؟؟ ہاں۔

Scanned with CamScanner

نوشاد: مذاق؟ یعنی اس سردی کی رات میں صرف ایک جانگیہ پہن کریوں دوڑ لگانا صرف مذاق ہی ہے۔

بانو: اور کیا، مذاق ہی تو ہے، ہے نا؟ (Musically) ہاہاہا۔۔۔ (محمود چپکے سے نکل جانے کی کوشش کرتا ہے)

نوشاد: عجیب بات ہے۔ سُن رہے ہیں آپ؟ (محمود کی طرف پلٹتا ہے) ارے آپ کہاں چل دیئے؟

محمود: میں! ذرا مُنہ دھولوں۔

نوشاد: ارے صاحب مُنہ کیا، آپ نہا لیجئے لیکن (ایک طرف لے جا کر) ان کا مذاق ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں جانگیہ پہن کر باہر محض مذاق کی خاطر بھاگ رہا تھا۔

محمود: معلوم نہیں، میں نے تو ایسا مذاق کبھی نہیں کیا (اشفاق انڈر ویئر پہنے بھاگتا ہوا آتا ہے اور لپک کر سیڑھیوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ نوشاد گھبرا کر محمود سے لپٹ جاتا ہے۔ دہشت زدہ اشفاق کے پیچھے گھورتا ہے۔ بانو بے حد چڑ جاتی ہے)

نوشاد: (محمود کو گھورتے ہوئے) تم بھی اب پاگل ہو چکے ہو، ہونا؟

محمود: جب اس گھر میں داخل ہوا تھا، اس وقت تو ٹھیک تھا۔ اب کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نوشاد: (اسی طرح) میرا خیال ہے میں نے ابھی ایک بڑی بھیانک چیز دیکھی ہے۔

محمود: آپ ابھی اسے خیال ہی سمجھتے ہیں؟

نوشاد: میرا خیال، ابھی یہاں سے ایک جانگیہ بھی اُدھر نہیں گیا تھا؟

محمود: گیا تھا، وہ تو مالکِ مکان کا جانگیہ معلوم ہوتا تھا۔

نوشاد: دیکھا تھا نا تم نے؟

محمود: ہاں۔

نوشاد: کون تھا وہ؟

محمود: پروفیسر طور۔

نوشاد: (بانو کی طرف پلٹتے ہوئے) آخر کتنے طور ہیں یہاں؟ ابھی تم نے کہا تھا کہ یہ تمہارے میاں (نووارد کی طرف اشارہ کر کے) کون ہو تم؟ (نووارد کی طرف بڑھتا ہے)

نووارد: (اچھل کر کھڑا ہو جاتا ہے) آگے قدم مت بڑھانا۔

نوشاد: ہائیں۔

نووارد: سب اپنی اپنی جگہ رہو (ریوالور نکالتے ہوئے) اگر کوئی اپنی جگہ پر سے ہلا تو گولی سینے سے پار ہو جائے گی۔

محمود: لیکن طور صاحب آخر۔۔۔

بانو: (دیوانہ وار) نہیں، یہ طور نہیں ہیں۔

محمود: نہیں ہیں؟

بانو: (چلاتے ہوئے) نہیں!

محمود: (چلاتے ہوئے) ایک منٹ نہیں گزرا، تم نے کہا کہ یہی ہیں۔

نوشاد: ہائیں ہائیں پروفیسر صاحب۔ صبر صبر (نووارد سے) دیکھئے صاحب! مذاق تو آخر مذاق کی حد تک، لیکن (ایک قدم نووارد کی طرف بڑھاتا ہے)

نووارد: خبردار ایک قدم اور بڑھایا تو بھگوان کی قسم گولی مار دوں گا۔

نوشاد: (چونک کر) ہیں؟ بھگوان کی قسم، یہ ہندوستان سے ہے۔

محمود: ہیں۔

Scanned with CamScanner

نوشاد: (آہستہ سے) دیکھو ذرا (ایک دم) جے ہند۔

نووارد: (مشینی انداز میں) جے ہند (نووارد بھی نوشاد کی طرح ہاتھ اُٹھاتا ہے اور سنبھل کر پستول لئے کھڑا ہو جاتا ہے)

نوشاد: دیکھا، بے اختیار جواب دے گیا۔

نووارد: جو کچھ بھی ہے، اب دوبارہ تم نے ایسی حرکت کی تو خون میں تڑپتے نظر آؤ گے۔

نوشاد: اوہ! تت تت بُری بات ہے۔

محمود: کیا کیا جائے؟

نوشاد: معلوم نہیں۔

محمود: کچھ تو سوچو بھئی۔

نوشاد: تمہی سوچو۔

نووارد: گیراج کی چابی؟

بانو: میری کار؟

نووارد: ہاں۔

بانو: اُس میں پٹرول نہیں ہے۔

نووارد: (شُبہ سے) سچ کہہ رہی ہو؟

نوشاد: اوہ ہم نے اپنے لائیٹر بھر لئے تھے اس سے، ہاہاہا، کلِک کلِک (کوئی نہیں ہنستا) (نوشاد برا سا منہ بناتا ہے) بھئی اگر آپ اجازت دیں تو تھوڑی دیر بیٹھ جاؤں، بہت تھک گیا ہوں۔

نووارد: بیٹھ جاؤ، کوئی گڑ بڑ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

نوشاد: نہیں نہیں (محمود سے) بیٹھ جاؤ پیارے۔

محمود: نہیں بھئی، کھڑے رہنے میں ہی خیریت ہے۔

نووارد: (ڈانٹ کر) بیٹھ جاؤ۔

محمود: (جلدی سے) جی اچھا (فوراً بیٹھ جاتا ہے)

نوشاد: کہیے اب کیا حکم ہے؟

نووارد: کیا؟

نوشاد: اب بس بیٹھے رہیں کیا؟

نووارد: (اس کی طرف آتے ہوئے) سنو تم! باہر سپاہی مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔

نوشاد: سپاہی؟

نووارد: ہاں۔

نوشاد: یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

نووارد: (پیچھے ہٹتے ہوئے) تم شکر کرو کہ سپاہی نہیں ہو۔۔۔ ورنہ اب تک زندہ نہ ہوتے۔

نوشاد: (چھپاتے ہوئے) اوہو ہو میں سپاہی ہوتا۔۔۔ ہاہاہا، کیسی عجیب بات ہے؟ (فوج کی جرابیں پتلون میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے) (رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: لیجئے صاحب، یہ رہی آپ کی ور۔۔۔ مجھے مل گئی جی آپ کی چیز۔

نوشاد: (اچھل کر) جاؤ جاؤ، ابھی نہیں چاہئے (جلدی سے اُسے دروازے سے باہر دھکیل دیتا ہے اور دروازہ بند کر دیتا ہے)

نووارد: بات سُنو! اگر سپاہیوں میں سے کوئی بھی اندر آ گیا تو تمہیں مجھے اپنا ساتھی ظاہر کرنا ہوگا۔

نوشاد: اوہ کیسے ہوسکتا ہے، میرے ساتھی بُرا مانیں گے۔

نووارد: مجھے پہلے ہی شُبہ تھا کہ تم پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا، بہر حال میں سب کچھ

اس عورت کی مدد سے ہی کرلوں گا۔

محمود: وہ۔۔۔آ۔۔۔ہمارے بارے میں کیا پروگرام ہے؟

نووارد: (تیز نظروں سے کمرے میں ادھر اُدھر دیکھتا ہے، پھر الماری کی طرف اشارہ کر کے) اس دروازے کے باہر کیا ہے؟

بانو: یہ تو الماری ہے۔

نووارد: تم (نوشاد سے) اور تم (محمود سے) دونوں اس کے اندر گھس جاؤ۔

محمود: سُنئے، لیکن یہی الماری کیا ضروری ہے۔ یہ تو اس وقت رُکی ہوئی ہے۔ مطلب، مصروف ہے۔

نووارد: کون ہے، اس میں؟

نوشاد: کوئین آف شیبا؟

نووارد: (دہاڑتے ہوئے) بکواس نہ کرو، چلو اندر چلو (ریوالور کی نالی سے دھکیلتے ہوئے۔ دونوں الماری کے پاس چلے جاتے ہیں) ٹھہرو! (رک جاتے ہیں) سنو اگر سپاہیوں میں سے کوئی بھی کمرے میں گھس آئے تو خبردار جو کوئی آواز نکالی یا شور مچایا، ورنہ یاد رکھو اس عورت کی جان خطرے میں پڑ جائے گی (بانو آہستہ آہستہ ٹیلیفون کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن نووارد روک دیتا ہے) خبردار!؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟ کسی کو بلانے کی کوشش کی تو گولی سینے سے پار ہو جائے گی، بھولنا مت۔

نوشاد: جی نہیں، کیسے بھول سکتا ہوں؟

بانو: (دہشت زدہ) ایک بار پھر دُہرا دیجئے تو بہتر ہوگا۔

نوشاد: گھبراؤ مت ڈارلنگ۔

محمود: ڈارلنگ؟ اوہ تو تم ہو پروفیسر اشفاق (جلدی سے اس سے ہاتھ ملاتا ہے)

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر: (باہر) اس طرف سے کیوں جاتے ہو؟ دروازہ ادھر ہے۔

انسپکٹر: بہت خوب۔

نووارد: (چونک کر) کون تھا یہ؟

بانو: میرے ماموں۔

نووارد: تمہارے ماموں؟ تو پھر وہ پہچان لے گا۔۔۔ کہ میں تمہارا شوہر نہیں ہوں اور مجھے تمہارا خون کرنا پڑے گا۔

بانو: تم بہانہ ڈھونڈ رہے ہو مجھے مار ڈالنے کا۔ تم بولنا بند کرو تو میں اپنے بچاؤ کی ترکیب سوچوں۔

نووارد: اور میرے بچاؤ کی؟

انسپکٹر: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے (باہر) (نووارد بانو کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر نہایت پریشان حال داخل ہوتا ہے۔ انسپکٹر ساتھ ہے۔ نووارد بیٹھ جاتا ہے۔ داخل ہوتے ہوئے) نہیں خیر گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

ڈاکٹر: نہیں خیر، میں گھبرا تو نہیں رہا، لیکن تمہارے اس آدمی نے مجھے اس نالے میں دھکیل ہی دیا تھا۔

انسپکٹر: وہ آپ کو قیدی سمجھا نا! اپنے ملک کی خدمت کے خیال سے ایسا کیا ہو گا۔

ڈاکٹر: نہیں، لیکن میں۔

انسپکٹر: ہاں ہاں، لیکن یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا ہے کہ آپ وہ نہیں ہیں، بھلا کوئی ثبوت ہے؟

ڈاکٹر: بانو ذرا تم انہیں سمجھا دو بابا۔

بانو: ہاں ہاں انسپکٹر صاحب، یہ تو میرے ماموں ہیں، یونیورسٹی کے وائس

چانسلر۔

انسپکٹر: اوہ، معافی چاہتا ہوں صاحب۔

بانو: کیا ہوا ماموں جان؟

انسپکٹر: دیکھئے بیگم صاحبہ، دراصل بات یہ ہے کہ ہم ایک ہندوستانی قیدی کی تلاش میں ہیں جو قید سے بھاگ نکلا ہے۔ ہمارے ایک سپاہی نے اسے ادھر آتے دیکھ لیا، چنانچہ ہم لوگ تلاش کرتے ہوئے ادھر آنکلے اور جھاڑیاں ٹٹولتے پھر رہے تھے، وہاں کہیں یہ گرے پڑے تھے اور نالے سے باہر صرف ان کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں جو ہوا میں لہرا رہی تھیں۔

بانو: تت تت تت۔ بہر حال انسپکٹر صاحب، یہ وہ آدمی نہیں ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔

انسپکٹر: ہاں، خیر وہ تو ٹھیک ہے۔ آپ نے کوئی اجنبی آدمی تو گھر میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھا؟

بانو: آ۔۔ن۔۔۔نہیں تو!

انسپکٹر: اچھا؟ خیر۔۔۔ (کھڑکی کی طرف بڑھتا ہے تاکہ باہر جھانکے)

نووارد: انہیں چلتا کرو یہاں سے۔

بانو: کیا؟

نووارد: انہیں چلتا کرو۔

بانو: ماموں جان، آپ اب آرام کیجئے گا۔ 'بہت مصروف' شام گزری ہے۔ انسپکٹر صاحب، آپ زیادہ دیر تک ٹھہریں گے کیا؟

انسپکٹر: جی؟ ہاں ہم تو جب تک ڈھونڈ نہ لے جائیں گے۔ بہر حال آپ پریشان نہ ہوں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

Scanned with CamScanner

بانو: جی اچھا۔

انسپکٹر: اچھا میں ذرا باہر چلتا ہوں (پردے کھول کر دیکھتا ہے) آہ ! کتنا اچھا چاند نکلا ہے آج، دل میں عجیب ولولہ اُٹھنے لگتا ہے۔

ڈاکٹر: انسپکٹر آپ شادی شدہ ہیں؟

انسپکٹر: آہ، یہ باتیں جانے دیجئے (چلا جاتا ہے)

ڈاکٹر: ہوں۔ بانو اب تم مجھے پوری Explanation دو، یہ تمہارے شوہر ہیں نا؟

بانو: جی ماموں یہ میرے شوہر ہیں (جلدی سے) یہ میرے شوہر ہیں، ان کی باتیں میں اکثر کرتی رہتی تھی نا؟

نووارد: (بغیر ہاتھ ملائے) بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر (ڈاکٹر کا ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھا ہی رہ جاتا ہے)

ڈاکٹر: بڑی خوشی ہوئی۔ اوہ ! لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص باہر چھپتا پھر رہا تھا، وہ کون تھا؟

نووارد: وہ۔۔۔وہ قیدی تھا۔

بانو: وہ؟ وہ قیدی تھا؟

ڈاکٹر: ہائیں !

بانو: وہ قیدی تھا، ماموں۔

ڈاکٹر: تمہارا مطلب جسے سپاہی تلاش کر رہے تھے، تو پہلے کیوں نہیں بتایا؟

بانو: دراصل وہ تمام وقت یہیں تھا اور پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔

ڈاکٹر: بیچاری بچی، جب ہی تم ایسی پاگل معلوم ہو رہی تھیں بیچاری۔ تو پھر وہ کون تھا جسے میں پاگل سمجھا؟

بانو: وہ شاید تم تھے، ہیں نا اشفاق؟

ڈاکٹر: لیکن وہ آپ، صرف جانگیہ پر ہی کیوں اکتفا کیے ہوئے تھے؟

بانو: بتاؤ ماموں جان کو!

نووارد: وہ قیدی یہاں گھس آیا تھا اور میرے سر پر ڈنڈا مار کر بے ہوش کر دیا اور کپڑے لے گیا۔

ڈاکٹر: تت تت۔۔۔ برخودار کیا بُرا حال ہوا تم دونوں کا۔ بڑی ہمدردی ہے مجھے تم سے (ٹیلیفون کی میز کی طرف بڑھتے ہوئے) پولیس کو فون کر کے اور آدمی بلوالیں تو کیسا رہے؟

نووارد: (اُٹھتے ہوئے) میرے خیال میں اس کی قطعی ضرورت نہیں۔

ڈاکٹر: کیوں ؟ میرے خیال میں تو اچھا رہے گا (ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے، لیکن نووارد اس کے سامنے آکر کھڑا ہوجاتا ہے) اگر ریسیور اپنی جگہ پر سے ہلا تو تمہارا بے جان جسم زمین پر پڑا ہوگا (ڈاکٹر دہشت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے)

ڈاکٹر: طور میاں تم بھی کیسے ڈرامائی انداز میں بولنے لگتے ہو (بڑبڑاتے ہوئے) میرا بے جان جسم۔ ہو ہو ہو (خوفزدہ) بانو، وہ ذرا سی برانڈی دینا۔

بانو: لاتی ہوں ماموں جان (اُٹھ کر میز کی طرف جاتی ہے۔ نووارد اُس کے پیچھے پیچھے)

ڈاکٹر: یار تم بیوی کے ساتھ یوں چپکے کیوں پھر رہے ہو؟

نووارد: (مشینی انداز میں) مجھے عشق ہے اس سے۔

ڈاکٹر: (Blankly) جی؟

ڈاکٹر: (بانو لاکر برانڈی دیتی ہے، اور پھر وہ اور نووارد واپس سیٹ پر چلے جاتے ہیں۔

الماری میں سے زور سے ٹکرانے کی آواز نکلتی ہے) بانو اس الماری میں کچھ ہے

(الماری کی طرف بڑھتا ہے)

بانو: (وہیں کھڑے کھڑے چلاتی ہے) نہیں نہیں ماموں جان کچھ نہیں ہے۔ بلّی گھس گئی ہوگی۔

ڈاکٹر: بلّی؟؟

بانو: جی میری بلّی ہمیشہ وہیں سوتی ہے۔

ڈاکٹر: ہاں تو اس وقت نکلنا چاہ رہی ہوگی (الماری کی طرف بڑھتا ہے)

نووارد: روک لو اِسے ورنہ میں گولی ماردوں گا۔

بانو: (چلّاتے ہوئے) ماموں جان! خدا کے لئے دروازہ نہ کھولئے گا۔

ڈاکٹر: کیوں؟

بانو: کہیں کوئی خطرہ نہ ہو؟

ڈاکٹر: خطرہ؟ اس میں کیا خطرہ؟

بانو: اوہ! وہ۔۔۔ وہ بلّی بچے دینے والی ہے۔

ڈاکٹر: اوہ، چھوٹے چھوٹے بچے تو مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔ دیکھیں تو، ہیں کتنے؟

نووارد: میں تو اُکتا گیا ہوں۔

بانو: میں تو بے ہوش ہو جاؤں گی۔

نووارد: تو ہم مل کر سو جائیں؟

بانو: (بے خیالی میں اُٹھ کر) ہاں ہاں (پھر ایک دم بیٹھتے ہوئے) بالکل نہیں۔

نووارد: (آہستہ سے) روپے!

بانو: کیا؟

نووارد: روپے۔

بانو: میں لاتی ہوں جا کر (دونوں سیڑھیوں کی طرف جاتے ہیں۔ بانو راستے میں مڑ کر کہتی ہے) خدا حافظ، ماموں جان۔

نووارد: خدا حافظ، ماموں جان (دونوں چلے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اکیلا رہ گیا ہے۔ الماری میں جھانکتا ہے۔ رانی آتی ہے، نوشاد کی یونیفارم لے کر۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر ڈر جاتی ہے اور یونیفارم اپنے پیچھے چھپا لیتی ہے)

رانی: چانسلر صاحب، آپ الماری میں کیا کر رہے ہیں؟

ڈاکٹر: ذرا بلّی کو دیکھ رہا تھا۔

رانی: اوہ! وہ بلّی تو چانسلر صاحب؟ بڑی خطرناک ہے۔

ڈاکٹر: پتہ نہیں، بچے ہو گئے یا نہیں!!

رانی: کیا ہو گئے؟ وہ کیا آپ کے دیکھنے کی چیز ہے؟ چانسلر صاحب، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کچھ تھکے تھکے معلوم ہو رہے ہیں۔ بھاگتے بہت رہے نا! آپ۔ میرا خیال ہے تھوڑا آرام کر لیجئے، معلوم نہیں شاید پھر بھاگنا ہو۔

ڈاکٹر: خیر اب تو ہمت نہیں، بہت تھکن ہو گئی ہے۔

رانی: تھوڑی کافی اور سینڈوچ لا دوں؟ آپ نے کچھ کھایا بھی نہیں۔

ڈاکٹر: نہیں، صرف بسکٹ لے آؤ۔

رانی: ابھی لاتی ہوں، ڈائننگ روم میں ہیں۔

ڈاکٹر: نہیں، میں خود ہی لے لیتا ہوں، دراصل مجھے بہت خستہ قسم کے پسند ہیں۔ (Exit)

رانی: (لاتے ہوئے) زیادہ تو ہیں ہی نہیں جن میں سے آپ چنیں۔ دو ہی قسم

Scanned with CamScanner

کے ہیں، ثابت اور ٹوٹے ہوئے (اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے) وہ صاحب کہاں چلے گئے؟ اب میں یونیفارم کہاں اٹھائے پھرتی رہوں (خیال آتا ہے اور وردی واپس دراز میں رکھ دیتی ہے۔ پھر کھڑکی کے قریب جا کر بلاتی ہے) مسٹر جناب! فوجی صاحب، آپ کہاں ہیں؟ (بلاتی ہوئی باہر نکل جاتی ہے) (نوشاد الماری میں سے نکلتا ہے)

نوشاد: (بلاتے ہوئے) رانی! رانی میں یہاں ہوں، رانی (کھڑکی کی طرف جاتا ہے)۔

(ڈاکٹر واپس آتا ہے۔ نوشاد کی پشت دیکھ کر سمجھتا ہے، اشفاق ہے)

ڈاکٹر: اوہ، میں تو سمجھا تھا تم جا کر سو گئے ہو (نوشاد مُڑتا ہے) اوہ ! قیدی؟؟

نوشاد: جی نہیں، میرا نام محمود ہے۔

ڈاکٹر: محمود؟

نوشاد: جی مجھے کل کا ایڈریس پڑھنا ہے۔

ڈاکٹر: تم بہروپئے ہو، میں تمہیں بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں، تمہیں کوئی حق نہیں یہ گاؤن پہننے کا۔

نوشاد: آپ ۔۔۔آپ جانتے ہیں؟

ڈاکٹر: تم کیمپ سے بھاگ نکلے ہو اور اپنی وردی بھی کہیں چھوڑ دی ہے۔

نوشاد: جی نہیں، میں نے وردی نہیں چھوڑی، وردی ہی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ خیر اب مجھے معلوم ہو گیا ہے، باورچی خانہ میں ہے (دروازے کی طرف جانے لگتا ہے)

ڈاکٹر: واپس آجاؤ۔

نوشاد: مجھے بڑی جلدی ہے صاحب (چلا جاتا ہے)

ڈاکٹر: (زور سے چلاتے ہیں) واپس آجاؤ، واپس آجاؤ (اشفاق اوپر سے نیچے آتا

ہے)

اشفاق: اوہ! تو آپ ہیں محمود صاحب۔

ڈاکٹر: جی نہیں، آپ محمود نہیں ہیں۔

اشفاق: جی نہیں، میرا نام اشفاق طور ہے۔

ڈاکٹر: تم بہروپئے ہو۔

اشفاق: جی معاف کیجئے گا! ''آپ کی تعریف''؟

ڈاکٹر: میں وائس چانسلر تھا یہاں کا۔

اشفاق: جی! تو بہروپئے آپ ہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے، وائس چانسلر آج نہیں آ رہے ہیں کل آئیں گے۔

ڈاکٹر: میں کہہ رہا ہوں تم سے۔۔۔ میں وائس چانسلر ہوں اور بخوبی جانتا ہوں کہ پہنچ چکا ہوں یہاں (ایک لمحے کے بعد) اور کاش نہ آیا ہوتا۔

اشفاق: (اپنے آپ سے) معلوم نہیں بانو کہاں گئی؟

ڈاکٹر: بانو اپنے میاں کے ساتھ جا کر سو چکی ہیں۔

اشفاق: جی کیا فرمایا آپ نے؟۔۔۔ (سیڑھیوں کی طرف بڑھتا ہے) (بانو اوپر سے نمودار ہوتی ہے۔ نووارد پیچھے پیچھے ہے) بانو! (دونوں بغیر بات کئے سیدھے گزر کر سیٹ کے پاس پہنچ جاتے ہیں)

ڈاکٹر: کہاں جا رہے ہو؟

بانو: (مشینی انداز میں) سیر کے لئے۔

ڈاکٹر: لیکن ابھی تو تم تھکن کی وجہ سے سونے کے لئے چلے گئے تھے۔

نووارد: (بانو کے ساتھ) مجھے کم خوابی کی شکایت ہے۔

ڈاکٹر: تو بانو کو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟

Scanned with CamScanner

بانو: یہ چاہتے ہیں میں ہر جگہ ان کے ساتھ رہوں، ہے نا ڈارلنگ؟

اشفاق: ڈارلنگ؟؟ اوہ۔۔۔ بانو!

ڈاکٹر: (سختی سے اشفاق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بانو! آپ کی تعریف؟

بانو: اوہ! محمود صاحب ہیں۔

ڈاکٹر۔ اشفاق: (اکٹھے چلاکر) محمود صاحب! (محمود حیران سا ہو کر الماری میں سے نکل آتا ہے)

محمود: (معصومی سے) کسی نے مجھے بلایا؟ (نوشاد آتا ہے)

نوشاد: بانو، وہاں تو ہے ہی نہیں۔

انسپکٹر: (کھڑکی میں سے داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں نووارد کے کپڑے ہیں جو دوسرے ایکٹ میں پہنے ہوئے تھے۔ انسپکٹر حیرت زدہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ سارا کمرہ سیاہ کپڑوں میں ملبوس لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ نوشاد، محمود، اشفاق اور نووارد جواب بھی بانو کے قریب ہے، سب ایک دوسرے کو متحیّر دیکھ رہے ہیں) ارے یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟ (سب کو دیکھتے ہوئے) عجب ہے!! (ایک، دو، تین، چار گنتا ہے) ۱،۲،۳،۴، یہ کیا کوّے کا گھونسلہ ہے؟ (نوشاد اور محمود نووارد کو بانو کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں)

ڈاکٹر: انسپکٹر صاحب، انسپکٹر صاحب، آپ ان میں سے اکثر کو گرفتار کر لیجئے۔

انسپکٹر: اکثر کے معنی؟

بانو: ماموں آپ ذرا خاموش رہیے۔

ڈاکٹر: بھئی آخر یہ سب کون ہیں؟ سب کے سب محمود ہو نہیں سکتے۔

انسپکٹر: (بڑی نرمی اور تہذیب سے) اگر آپ اجازت دیں چانسلر صاحب تو میں ان لوگوں سے چند سوالات کر لوں؟ (پھر سختی سے دوسروں کو مخاطب کر کے) بیٹھ جائیے آپ سب (اشفاق کرسی کھینچ کر میز کے قریب لے آتا ہے۔ سب

بیٹھ جاتے ہیں سوائے انسپکٹر اور ڈاکٹر کے۔ نوشاد سٹول پر بیٹھ جاتا ہے۔ بانو اور نووارد صوفے پر اور محمود کرسی پر) میرے ایک سپاہی کو یہ کپڑے (ہاتھ میں نووارد کے کپڑوں کی طرف اشارہ کر کے) باغ میں سے ملے۔ قیدی کے یہ کپڑے جو اس نے پہن رکھے تھے۔

اشفاق: (اُٹھتے ہوئے) میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

انسپکٹر: بیٹھ جایئے (اشفاق بیٹھ جاتا ہے) ہاں تو اگر اس کے کپڑے یہاں ہیں تو ظاہر ہے اس نے کسی اور کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔

نوشاد: اگر اس نے کچھ پہن رکھا ہے تو!

انسپکٹر: بکومت (پھر جاری ہوتے ہوئے) اور چونکہ یہ کپڑے اس گھر کے باغ میں ملے ہیں، اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس نے اسی گھر سے کپڑے بھی چرائے ہیں۔

محمود بہت ممکن ہے! (انسپکٹر کی نظر اپنے پر پاتے ہوئے) معاف کیجئے گا، مجھے گفتگو میں مخل نہیں ہونا چاہیے تھا۔

انسپکٹر: تو اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہاں پر آپ سب میں سے کون ہے، جس نے اس گھر کے مالک کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔

نوشاد: (گھبرا کر) (اچکن کے کالر کا ہک ٹھیک کرتا ہے) جی۔۔۔آ۔۔۔جی آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔

انسپکٹر: (چاروں حضرات کو بغور دیکھتے ہوئے) ہوں تو اس گھر کے مالک کے کپڑے کس نے پہن رکھے ہیں؟ (چاروں بہت Confuse ہو کر)

سب: (ایک ساتھ) میں نے تو نہیں پہن رکھے، میں نے تو نہیں پہن رکھے، میں نے تو نہیں پہن رکھے۔ دیکھئے صاحب میں نے نہیں پہنے ہوئے

Scanned with CamScanner

ہیں۔

انسپکٹر: ایک منٹ، ایک ایک کر کے بات کیجئے، یہ اسمبلی کی میٹنگ تو نہیں ہے

(رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: معاف کیجئے گا۔

انسپکٹر: (ایک دم گھور کر رانی کو دیکھتا ہے) کون ہو تم؟

رانی: کیا مطلب ہے آ۔۔۔آپ کا؟

بانو: یہ میری نند ہے انسپکٹر صاحب۔

انسپکٹر: آپ کی نند؟

بانو: ذرا آپ سے بات کرنی تھی بھابھی، لیکن علیحدگی میں (نوشاد رانی کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچتا ہے، جلدی سے جیب میں سے ایک کاغذ نکال کر کچھ لکھتا ہے، دوسروں سے بچ کر)

انسپکٹر: اس کمرے سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔

رانی: (حیران ہو کر) کیوں کیا ہوا؟

انسپکٹر: جا لڑکی باہر جا اور شکر کر کہ تو اس جنجال میں نہیں ہے (پھر اُس کو غور سے دیکھتے ہوئے)

نوشاد: جاؤ، اب جاؤ یہاں سے، انسپکٹر صاحب تمہارے جانے کے منتظر ہیں

(رانی چلی جاتی ہے)

انسپکٹر: ہاں جی، تو اب آپ میں سے وائس پرنسپل صاحب کون ہیں؟

اشفاق: جی میں ہوں۔

محمود: (نوشاد کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہیں۔

اشفاق: ہیں؟؟

ڈاکٹر: (نووارد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) غلط۔ وہ صاحب یہ ہیں (یہ سب جو اب تقریباً ایک ساتھ ہی آتے ہیں اور پھر ایک خفیف سی خاموشی کے بعد)

انسپکٹر: میں اپنا سوال دہراتا ہوں، آپ حضرات میں سے وائس پرنسپل کون ہیں؟ (مکمل خاموشی) جواب کیوں نہیں دیتے آپ لوگ؟ (پھر خاموشی) اب سانپ سونگھ گیا ہے کیا؟

محمود: انسپکٹر صاحب (بے حد نرمی سے)

انسپکٹر: (تیزی سے) یوں کام نہیں چلے گا۔

محمود: (نوشاد سے) بھئی تم کہہ کیوں نہیں دیتے کہ تم وائس پرنسپل ہو!

نوشاد: بھئی میں کیسے کہہ دوں؟

انسپکٹر: یہ آپ دونوں میں کیا گفتگو ہو رہی ہے؟

نوشاد: جی کچھ نہیں۔

انسپکٹر: (محمود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کیا وائس پرنسپل یہ ہیں؟

نوشاد: جی (محمود سے) کیا آپ وائس پرنسپل ہیں؟

محمود: آپ کو اچھی طرح سے معلوم تو ہے کہ میں نہیں ہوں۔

انسپکٹر: کیوں، انہیں کیوں اچھی طرح سے معلوم ہے؟

محمود: کیونکہ یہ خود ہیں۔

اشفاق: میں احتجاج کرتا ہوں۔

ڈاکٹر: انسپکٹر صاحب، میرا خیال ہے کہ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کی بیوی سے پوچھا جائے (بانو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

انسپکٹر: جی ہاں، آپ ٹھیک کہتے ہیں (بانو سے) محترمہ آپ ہی وائس پرنسپل کی بیوی ہیں نا؟

Scanned with CamScanner

بانو: جی ہاں، انسپکٹر صاحب۔

انسپکٹر: تو پھر ان حضرات میں سے آپ کے میاں کون ہیں؟

بانو: (نووارد کی طرف دیکھتی ہے) (پھر ذرا سے وقفے کے بعد) یہ ہیں میرے میاں۔

اشفاق: (دنگ رہ جاتا ہے)؟؟ یہ جھوٹ ہے، یہ غلط ہے۔

انسپکٹر: جی؟

اشفاق: انسپکٹر صاحب، میں ہوں اپنی بیوی کا میاں (بانو سے) بانو تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا۔ انسپکٹر صاحب! میں سچ کہتا ہوں، میں ہی وائس پرنسپل ہوں اور یہ خاتون میری بیوی ہے۔

انسپکٹر: تو پھر انکار کیوں کر رہی ہیں؟

اشفاق: بانو تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ خدا کیلئے ٹھیک ٹھیک بتا دو۔

نوشاد: سچی بات ہمیشہ ثابت ہو کر رہتی ہے یہ میرا عقیدہ ہے (انسپکٹر سے) آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

انسپکٹر: بکو مت (ڈاکٹر سے) آپ ذرا اپنا Identification Card دکھائیے۔

ڈاکٹر: (چڑ جاتا ہے) جناب میں Identificaiton Card اپنے ازار بند میں تو باندھے نہیں پھرتا ہوں۔

انسپکٹر: مجرم نمبر 1 (محمود کی طرف پلٹ کر) آپ کا کارڈ؟

محمود: کس قدر حماقت ہے کہ میں اپنا گھر چھوڑ آیا ہوں۔

انسپکٹر: جی ہاں بے حد حماقت۔ ملزم نمبر 2 (اشفاق کی طرف) آپ کا کارڈ؟

اشفاق: میری دوسری شیروانی کی جیب میں ہے۔

انسپکٹر: مجرم نمبر 3 (نوشاد سے) آپ کا کارڈ؟

نوشاد۔انسپکٹر: جی۔ مجرم نمبر 4 (نمبر 4 کہتے ہی نوشاد بھی شامل ہو جاتا ہے، نووارد سے)

انسپکٹر: کارڈ تو غالباً آپ کے پاس بھی نہ ہو گا؟

نووارد: (جیب سے کارڈ نکال کر دکھاتا ہے) کیوں نہیں ہو گا، ضرور ہو گا۔ آئیڈنٹیٹی کارڈ تو نہیں، یہ وزیٹنگ کارڈ ضرور ہے۔

انسپکٹر: (حیرت میں رہ جاتا ہے) کمال ہے ان کے پاس کچھ تو ہے (کارڈ لے کر غور سے پڑھتا ہے) طور۔۔۔اشفاق طور۔۔۔وائس پرنسپل!!

اشفاق: دغاباز، مکار، یہ تو میرا کارڈ ہے! یہ میرا کارڈ ہے۔ انسپکٹر صاحب (نووارد کی طرف اشارہ کر کے) اس شخص نے میرے سر پر ڈنڈا مار کر بے ہوش کر دیا تھا اور پھر میرے کپڑے لے لئے۔

انسپکٹر: کیا؟ تو یہ سب آپ نے پہلے ہی کیوں نہ بتایا؟

اشفاق: اس لئے کہ میں انہیں پہچانتا نہیں تھا، اب اس کارڈ سے ہر بات ظاہر ہو گئی ہے۔

نووارد: (اشفاق سے) حیرت ہے کہ میرے مُنہ پر ہی اس قدر جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ مجھے پر حملہ کیا گیا اور پھر میرے کپڑے اُتار لئے گئے (ڈاکٹر سے) کیوں صاحب! میں نے آپ کو واقعات بتا دیئے تھے نا؟

ڈاکٹر: جی؟ اوہو، جی ہاں، جی ہاں۔

انسپکٹر: (غصے سے) آپ لوگ معزز بنے پھرتے ہیں۔ یوں جھوٹ بولتے، دغا دیتے، ایک دوسرے کو پھنسانے کی کوشش کرتے، آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی؟

نوشاد: ہاہاہا۔ خوب حقیقت کھل رہی ہے۔ ہاہا!! (سب غصے سے کچھ بڑبڑاتے ہیں)

Scanned with CamScanner

انسپکٹر: (برہمی سے) تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔ تم سب کو! (اور ہنگامہ سا ہوتا ہے، باہر سے یوں آواز آتی ہے، جیسے کوئی سائرن بجا رہا ہو۔ سب سہم جاتے ہیں)

نووارد: (جلدی سے دروازے کی طرف چلا جاتا ہے اور باقی لوگوں کی طرف پستول تانے ہوئے) آہاہاہا۔۔۔حملہ، ہماری سینا آ رہی ہے (سب یکدم پلٹ کر نووارد کی طرف دیکھتے ہیں) جے ہند، جے ہند، جے ہند۔

نوشاد: جے ہند؟

نووارد: جے ہند (جوش میں ہاتھ اُٹھا دیتا ہے۔ نوشاد ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے۔ پستول زمین پر گر پڑتا ہے۔ نوشاد لپک کر اُٹھا لیتا ہے اور اشفاق کو دے دیتا ہے)

نوشاد: لو اِسے اِس شخص کی طرف تانے رہو۔

اشفاق: (بڑے جوش سے پستول ہر طرف ہلاتے ہوئے) سب اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ کوئی نہ ہلے (جلدی سے نوشاد سے) چلاتے کیسے ہیں اِسے؟ (سب پستول سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نوشاد اشفاق سے پستول چھین لیتا ہے اور انسپکٹر کو دے دیتا ہے)

انسپکٹر: (محمود سے) سنو تم! دیکھو بھاگ کر جاؤ اور باغ میں دیکھو، اور میرا کوئی سپاہی ہو تو فوراً بلا لاؤ۔

محمود: بھاگنے کی پریکٹس تو نہیں، بہرحال ضرور کوشش کرتا ہوں۔

انسپکٹر: جاؤ بھاگو بھی! (محمود جلدی سے چلا جاتا ہے) (پیچھے نوشاد جاتا ہے، اشفاق ایک طرف ہٹتا ہے۔ انسپکٹر نووارد کو کہتا ہے) سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر آپ سب لوگ جانتے تھے تو پھر مجھے شروع ہی سے کیوں نہ بتا دیا؟

بانو: انسپکٹر صاحب! اگر آپ کی پسلیوں میں کوئی پستول کی نالی لگائے کھڑا ہو تو آپ کیا کیجئے گا؟

انسپکٹر: یعنی آپ کا مطلب ہے کہ۔۔۔؟

بانو: جی انسپکٹر صاحب! میری پسلیاں؟

انسپکٹر: (نووارد سے) اوہ کمبخت شخص!

اشفاق: (بانو کی طرف بڑھتے ہوئے) اوہو! میری جان، تب ہی تم اس طرح کی دیوانی باتیں کر رہی تھیں۔

انسپکٹر: (اشفاق سے) آپ کی جان؟ تو گویا آپ وائس پرنسپل ہیں؟

اشفاق: جی ہاں۔

انسپکٹر: (مصافحہ کرتے ہوئے) بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر، اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ذرا پولیس اسٹیشن ٹیلیفون کر کے اطلاع دے دیجئے کہ قیدی پکڑا گیا ہے۔

ڈاکٹر: لائیے میں کرتا ہوں (ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھاتے ہوئے)

انسپکٹر: (نووارد سے) چلو اپنے ٹھکانے پر (اُسے لے کر چلا جاتا ہے)

ڈاکٹر: ہیلو! ہیلو!! انکوائری؟ دیکھئے ذرا مجھے سول لائن پولیس اسٹیشن کا نمبر دیجئے۔

اشفاق: کیوں! کیسی ہو بانو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری؟

بانو: اب تو ٹھیک ہے، ان تمام حالات سے ذرا پریشان ہو گئی تھی۔

اشفاق: اور کیا، ظاہر ہے اس سب گڑبڑ سے تمہیں اس قدر پریشانی ہوئی ہو گی (گھنٹی بجنے کی آواز آتی ہے) اچھا ٹھہرو! میں آتا ہوں شاید باہر کوئی آیا ہے۔

ڈاکٹر: ہیلو! ہیلو!! جی آپ سول لائن پولیس اسٹیشن سے بول رہے ہیں، تو بہ کیا مصیبت ہے؟

Scanned with CamScanner

بانو: کیا ہوا ماموں جان؟

ڈاکٹر: اوڈین سینما کا نمبر تھا (ٹیلیفون رکھ کر دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے، نوشاد داخل ہوتا ہے)

نوشاد: (جلدی سے) جلدی جلدی، اس سے پہلے کہ وہ لوگ لوٹ کر آئیں، میری وردی؟

بانو: رانی نے کہا تھا کہ باورچی خانے میں ہے۔

نوشاد: ہاں، لیکن وہاں نہیں ہے، میں دیکھ کر آیا ہوں۔

بانو: اچھی طرح سے دیکھا تھا؟

نوشاد: ہاں بابا! ایک ایک کونہ دیکھ آیا ہوں۔

بانو: تو چلو پھر اسی دراز میں دیکھتے ہیں۔

نوشاد: جب معلوم ہے کہ وہاں سے غائب ہے، تو پھر بار بار وہیں دیکھتے رہنے سے کیا فائدہ؟ تم تو وقت ضائع کرنے پر تلی ہو (بانو جا کر دروازہ کھولتی ہے اور اس میں سے وردی نکال لیتی ہے۔ نوشاد لپک کر اُس کے ہاتھ سے چھین لیتا ہے) ہائے میری جان، تجھے ڈھونڈ ہی نکالا نا! (جلدی سے بانو کو سینے سے لگاتا ہے) ہائے میری جان تجھے ڈھونڈ ہی نکالا (رانی داخل ہوتی ہے)

رانی: آپ تو خیریت سے ہیں بھابھی؟

بانو: ہاں رانی، شکر ہے۔ کیا تم نے خطرے کے سائرن کی آواز سنی تھی؟

رانی: (ہنستی ہے) سُنا کیا؟ میں نے خود ہی تو سائرن بجوایا تھا۔

بانو: (حیرت سے) ہائیں! کیا مطلب؟

رانی: وہ جو اُنہوں نے مجھے کاغذ دیا تھا! اُس پر لکھا تھا کہ پولیس والوں سے

کہوں کہ خطرے کا سائرن بجائیں، بس انہوں نے سائرن بجوا دیا۔

نوشاد: بس سمجھو موقع فٹ ہو گیا، اور وہ سمجھا کہ ہندوستان نے حملہ کر دیا اور جوش سے نعرے لگانے لگا۔

بانو: اچھا! اسی لئے وہ اپنی اصلیت پر آ گیا۔

نوشاد: اصلیت! بس میرا خیال ہے، اب مجھے اپنی اصلیت پر آ جانا چاہیے (نوشاد جلدی سے دروازہ بند کرتا ہے) (ماموں جان کمرے میں داخل ہوتے ہیں)

ڈاکٹر: آ۔۔۔ کاش تھوڑے سے بسکٹ ہی اور ہوتے (اشفاق داخل ہوتا ہے)

اشفاق: کمال کر دیا رانی نے تو! یعنی۔۔۔ (مس چودھری الماری میں سے نکلتی ہے)

مس چودھری: اب مجھ سے اور دیر نہیں رکا جاتا اندر۔۔۔

اشفاق: مس چودھری! آپ گھر نہیں گئیں ابھی تک؟

مس چودھری: لیکن اب جا رہی ہوں، اسی لمحہ۔۔۔

بانو: سچ کہتی ہوں، آج شام یہ پہلی اچھی خبر ملی ہے۔

مس چودھری: مسٹر طور، مجھے آپ کے رویئے سے بہت مایوسی ہوئی ہے اور مسز طور آپ کے بارے میں جو پہلے شکوک تھے اب اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔

اشفاق: دیکھیے مس چودھری! آپ میری کولیگ سہی لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ میری بیوی کے کریکٹر پر شبہ کریں۔

مس چودھری: کریکٹر؟ ہُونہہ۔

اشفاق: ہُونہہ کیا؟ بانو ہم سے زیادہ براڈ مائنڈڈ سہی لیکن اس کا۔۔۔ (نوشاد داخل ہوتا ہے۔ وردی کی بوشرٹ پہن لی ہے، لیکن پتلون ابھی تک اشفاق ہی کی ہے)

Scanned with CamScanner

نوشاد: بانو! میری پتلون پر استری نہیں ہوسکتی؟

مس چودھری: پتلون؟ (مڑ کر بانو کی طرف دیکھتی ہے، پتلون اُس کے بازو پر ہے) اوہ! (نوشاد کی طرف اشارہ) یعنی یہ ہیں مسز طور کے بوائے فرینڈ؟

بانو: لاحول ولا قوۃ۔

اشفاق۔ڈاکٹر: کیا؟

مس چودھری: تو یہ وردی بھلا کیوں تبدیل کی گئی تھی؟

اشفاق: بانو یہ کیا ہے؟

ڈاکٹر: صرف یہ ہی نہیں، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آج رات آخر یہ سب کچھ کیا ہوتا رہا ہے یہاں؟

نوشاد: بانو! میرے خیال میں سب کچھ بتا دینا چاہیے۔

بانو: بالکل، میرے خیال میں سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ اشفاق تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ (اشفاق کو بٹھا دیتی ہے۔ ڈاکٹر بھی بیٹھ جاتا ہے) ہوا یوں اشفاق کہ نوشاد۔۔۔

نوشاد: میرا نام نوشاد ہے۔ How do you do?

اشفاق: Very well, thank you (ہاتھ ہلاتے ہوئے)

بانو: یہ میرے کزن ہیں۔

اشفاق: کزن؟

بانو: ہم دونوں اکٹھے پڑھتے تھے، اور ہم دونوں نے ایک ڈرامہ میں اکٹھے پارٹ بھی کیا تھا، جس کا نام۔۔۔

نوشاد: 'مجرم کون' تھا۔

ڈاکٹر: بھئی ایک ایک کرکے بولو۔

بانو: شام کو تمہارے جاتے ہی یہ اتفاق سے آ گئے، ان کی تبدیلی ہو گئی ہے یہاں۔ اشفاق، ہم نے سوچا کہ ہم بھی کسی طرح کالج میں 'مجرم کون' دیکھیں (جوش میں بانو بڑھ کر اشفاق کو بتانے لگتی ہے اور نوشاد ڈاکٹر کو ــــ دونوں اکٹھے بول رہے ہیں)

نوشاد: دیکھئے نا، میں بانو سے ۵ سال کے بعد ملا تھا، میں اب فوج میں ہوں۔ آج کل ہندوستان سے تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے یہاں بھیج دیا گیا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا اشفاق صاحب سے ان کی شادی ہو گئی ہے تو میں گھر ڈھونڈتا ہوا ادھر آ نکلا۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ شام کیوں کر گزاروں کہ ایک دم انہوں نے بتایا کہ کالج میں 'مجرم کون' ہو رہا ہے۔

بانو: دیکھو نا اشفاق! تمہارے جانے کے تھوڑی دیر بعد نوشاد آ گئے، ان کی پشاور تبدیلی ہو گئی ہے۔ میں چونکہ اکیلی تھی، تم بھی نہیں تھے تو سوچا کہ کیوں نہ چپکے سے کالج کا ڈرامہ ہی دیکھا جائے۔ میں نے بھی اس میں پارٹ کیا تھا اور نوشاد نے بھی، لیکن وہاں جانے کے لئے سیاہ لبادہ ضروری تھا۔ اس لئے میں نے ان کو تمہارے کپڑے اور شیروانی دے دی۔

نوشاد: (بانو سے) کہاں تک پہنچی ہو؟

بانو: کالی اچکن تک۔ تم کہاں تک پہنچے ہو؟

نوشاد: 'مجرم کون'۔ میں بھی تم تک پہنچ جاؤں گا (پھر جوش سے) بس تو بے حد جی چاہا کہ دونوں 'مجرم کون' دیکھیں۔ لیکن وہاں وردی میں نہیں جاسکتا تھا، اس لئے بہت سوچنے کے بعد بانو نے مجھے آپ کی شیروانی پہننے کو دی۔ اتنے میں باتیں کرتے کرتے ایک دوسرے کے 'مجرم کون' میں پارٹ پر

Scanned with CamScanner

بحث ہوگئی۔ دیکھئے اگر کوئی بات جلدی میں سمجھ نہ آئے تو پوچھ لیجئے گا۔ تو بحث کرتے کرتے ہم نے سوچا کہ پارٹ کر کے دیکھیں، کون ٹھیک کہتا ہے (اتنے میں غالباً مس چودھری کمرے میں داخل ہوتی ہیں)

بانو: ٹھیک ہے نا! اشفاق یعنی نوشاد وردی میں تو نہیں جاسکتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ماموں جان شاید آج نہ آئیں، کیونکہ فون پر انہوں نے انکار کر دیا تھا، ورنہ ماموں جان میں بالکل نہیں جاتی۔ سمجھ رہے ہو نا؟ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ ہم جانے ہی والے تھے کہ آپس میں 'مجرم کون' میں کئے ہوئے رول پر بحث ہوگئی۔ وہ کریکٹر جب 'شیریں' یعنی میں اور 'پرویز' یعنی نوشاد کی آپس میں تلخ کلامی ہوتی ہے اور پھر زور کی لڑائی ہوتی ہے۔

اشفاق۔ڈاکٹر: (سر پکڑتے ہوئے) اُف میں پاگل ہو جاؤں گا، ایک لفظ جو سمجھ میں آیا ہو۔

نوشاد۔ بانو: (اکٹھے) یوں!

مس چودھری: ہاں ہاں (آگے آجاتی ہے) (نوشاد اور بانو بالکل پہلے ایکٹ کی آخری حرکات کرتے ہیں اور آخری لائن پر۔۔۔)

بانو: پاجی، دغاباز، فریبی، بدمعاش (اور دوبارہ زور سے تھپڑ مارتی ہے جو دوبارہ مس چودھری کے مُنہ پر زور سے پڑتا ہے اور وہ رانی کے بازوؤں میں آچکی ہے، گر پڑتی ہے۔ نوشاد اور بانو فتح مند پیچھے پیچھے ہٹتے ہیں)

بانو: بس، بالکل اِسی طرح سب کچھ شروع ہوا تھا !!!

تمت بالخیر۔۔۔۔ ختم شد

چوتھا حصہ

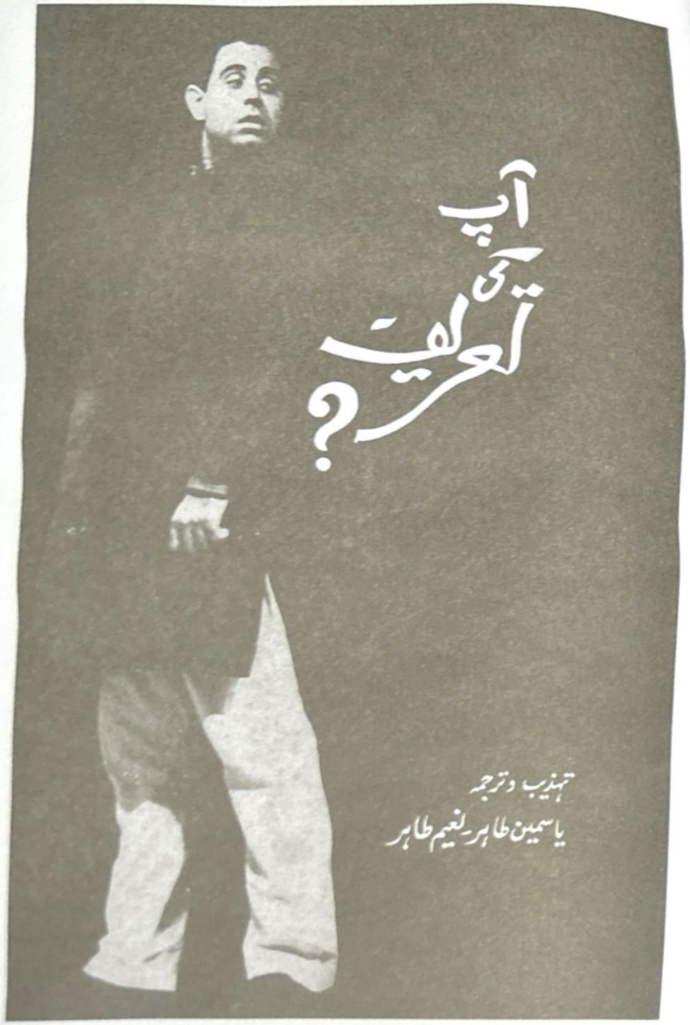
آپ کی تعریف؟
تہذیب و ترجمہ
یاسمین طاہر/نعیم طاہر

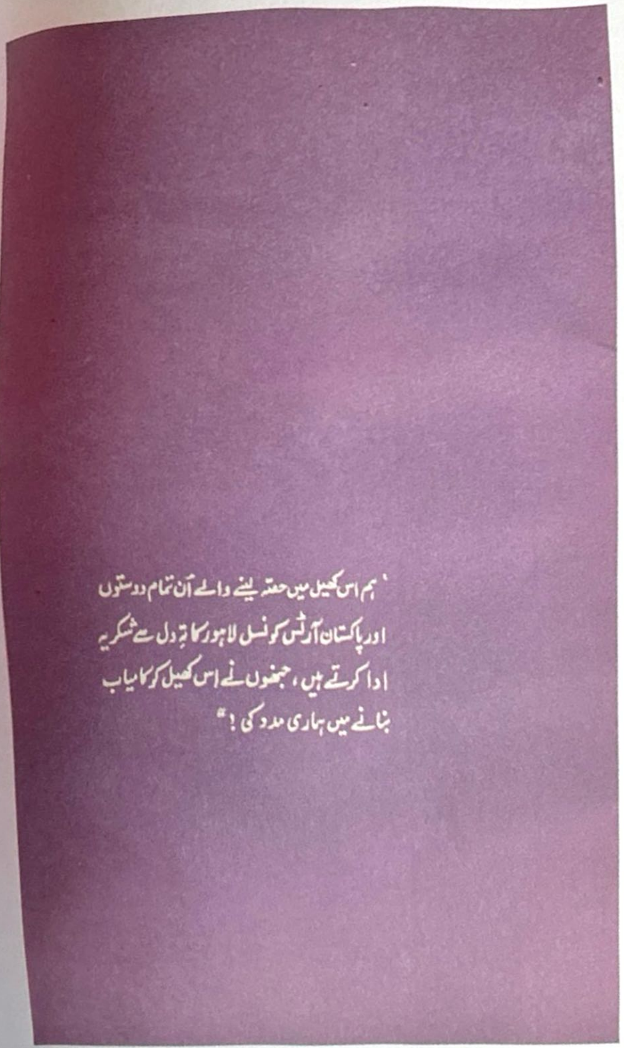

"ہم اس کھیل میں حصہ لینے والے اُن تمام دوستوں
اور پاکستان آرٹس کونسل لاہور کا تہِ دل سے شکریہ
ادا کرتے ہیں، جنھوں نے اس کھیل کو کامیاب
بنانے میں ہماری مدد کی!"

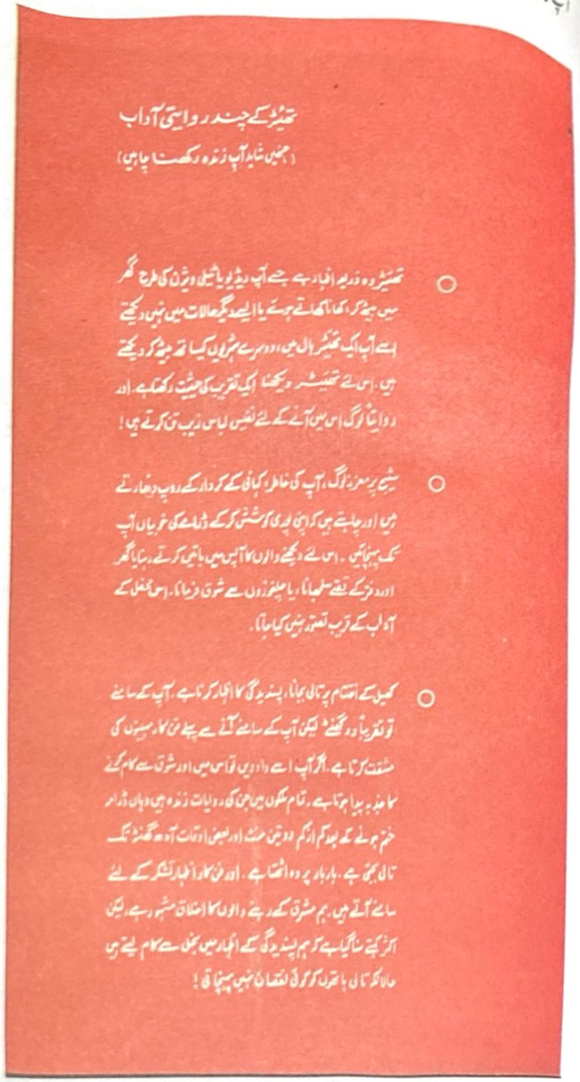

تھیٹر کے چند روایتی آداب
(جنھیں شاید آپ زندہ رکھنا چاہیں)

○ تھیٹر وہ ذریعہ اظہار ہے جسے آپ ویڈیو یا ٹیلی ویژن کی طرح گھر میں بیٹھ کر، کھانا کھاتے ہوئے یا ایسے دیگر حالات میں نہیں دیکھتے۔ اسے آپ ایک تھیٹر ہال میں، دوسرے شہریوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔ اسی لئے تھیٹر دیکھنا ایک تقریب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور روایتاً لوگ اس میں آنے کے لئے نفیس لباس زیب تن کرتے ہیں!

○ سٹیج پر معزز لوگ، آپ کی خاطر، کہانی کے کردار کے روپ دھارتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی پوری کوشش کر کے ڈرامے کی خوبیاں آپ تک پہنچائیں۔ اس لئے دیکھنے والوں کا آپس میں باتیں کرتے رہنا، گھر اور دفتر کے قصے سلجھانا، یا مونگ پھلی/ چلغوزوں سے شوق فرمانا، اس محفل کے آداب کے قریب تصور نہیں کیا جاتا۔

○ کھیل کے اختتام پر تالی بجانا، پسندیدگی کا اظہار کرنا ہے۔ آپ کے سامنے تو تقریباً دو گھنٹے لیکن آپ کے سامنے آنے سے پہلے فن کار مہینوں کی مشقت کرتا ہے۔ اگر آپ اسے داد دیں تو اس میں اور شوق سے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ تمام ملکوں میں جن کی روایات زندہ ہیں وہاں ڈرامہ ختم ہونے کے بعد کم از کم دو تین منٹ اور بعض اوقات آدھ گھنٹہ تک تالی بجتی ہے۔ بار بار پردہ اٹھتا ہے۔ اور فن کار اظہارِ تشکر کے لئے سامنے آتے ہیں۔ ہم مشرق کے رہنے والوں کا اخلاق مشہور رہا ہے، لیکن اکثر کہتے سنا گیا ہے کہ ہم پسندیدگی کے اظہار میں بخل سے کام لیتے ہیں حالانکہ تالی ہاتھوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی!

”یہ کھیل اس ہال میں تقریباً چھ سال بعد دوبارہ کھیلا جا رہا ہے۔ اور میں خود بھی اپنے آپ کو اتنے ہی عرصہ کے بعد مقامی تھیٹر سے اس طور پر وابستہ کر رہا ہوں۔ اس درمیانی عرصہ میں باوجود ڈرامہ کرنے کی خواہش شدید ہونے کے میرے لئے ڈرامہ ڈائریکٹ کرنا ممکن نہ ہو سکا، اس کی وجہ دفتری بھی ہیں اور ذاتی بھی۔ دفتری ذمہ داریاں میرے وقت کی طلب گار تھیں، اور یہ ضروری معلوم ہوتا تھا کہ اپنی تمام تر کوشش آرٹس کونسل کو سرگرمِ کار رکھنے میں صرف رکھوں۔ اس دوران ڈرامہ کرنے کو خواہ کتنا ہی جی چاہا ہو یہ گوارہ نہ ہوا کہ محض بچی کچی قوت ہی ڈرامہ کی نذر ہو۔ ڈرامہ میرے نزدیک زیادہ محترم ہے۔

ذاتی طور پر مسئلہ خواہش اور موجود کے بُعد کا تھا۔ میری جستجو نے مجھے یورپ اور امریکہ کے سفر پر آمادہ کیا۔ کہ وہاں اس ہوش ربا فن کے رموز کو حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ ۶۲ء اور ۱۹۶۳ء امریکہ اور یورپ میں گزرا اور ایک عرصہ کیلیفورنیا یونیورسٹی میں نہایت قابل استادوں اور عمدہ ترین پروفیشنل اور نان پروفیشنل لوگوں کے ساتھ گزارنے کے بعد پسند کا معیار اتنا مختلف ہو گیا تھا کہ کوئی کھیل بھی، جو میں موجودہ وسائل کی مدد سے کرنا چاہتا اپنے ذاتی معیار پر پورا اترتا نظر

نہ آتا تھا۔ کہنے کو یہ چند فقروں میں ختم ہو جانے کی بات ہے لیکن پسند کے معیار کو نہ پہنچ سکنے کا مستقل احساس Frustration کا باعث بن جاتا ہے۔ میں جس مفہوم کو بہ دقت بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں وہ اگر آپ تک پہنچ رہا ہو تو اس کو اجنبی محسوس نہ کیجئے کیونکہ اس کے شکار کئی اور فن کار بھی ہو چکے ہیں۔ اس کو یوں سمجھئے کہ دوسرے ملکوں میں اداکاروں کے لئے اچھے تربیتی ادارے موجود ہیں۔ اچھے سے اچھا لکھنے والا موجود ہے۔ ساز و سامان، عمدہ تھیٹر اور ان سے وابستہ ماہر کاریگر سب موجود ہیں۔ ان کی متحدہ کوشش سے ڈرامہ کی نوک پلک درست اور شستہ ہو جاتی ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے تھیٹر کا تجربہ نہایت وقیع ہو جاتا ہے۔ ان سہولتوں کی عدم موجودگی میں ڈرامہ کی موٹی موٹی چیزیں تو حسب منشا کی جا سکتی ہیں لیکن وہ باریکیاں جو دراصل ایک ڈرامہ کو نکھارتی ہیں، پیدا نہیں کی جا سکتیں۔ چنانچہ ہدایت کار باوجود محنت کے مطمئن نہیں ہوتا، اور بے دل ہو جاتا ہے۔ غالباً انہی وجوہ کی بنا پر کئی فن کاروں نے غیر ممالک کی راہ لی، کیونکہ تخلیقی کاوش کو جاری رکھنے اور بہتر بنانے کے لئے اپنی تخلیق کے بارے میں اطمینان کے احساس کا ہونا ضروری ہے اور اگر یہ نہ ملے تو اپنے دل میں اپنے فن کی عزت نہیں رہ جاتی۔

Scanned with CamScanner

۶۵ء میں چین اور ۶۶ء میں انگلستان کے دورے نے ذہن میں کشادگی پیدا کی۔ تھیٹر کو میں نے بلند ترین کیفیت میں نہ صرف دیکھا، بلکہ اس میں شامل بھی رکھا۔ پچھلے پانچ چھ سال کے تجربے انتہائی کارآمد تھے میری سوچ اور اندازِ فکر کو انھوں نے متاثر کیا۔ لیکن جیسے جیسے سیکھتا گیا اپنی کم مائیگی کا احساس شدید ہوتا گیا۔ اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انسان ہمیشہ مبتدی ہی رہتا ہے۔ تکمیل سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر کچھ کرنا ہے تو مبتدی کی سی حوصلہ مندی چاہیے۔ چنانچہ اب ایک بار پھر اس کھیل سے جو میں نے اپنے پہلے دور کے آخر میں کیا تھا۔ ابتدا کر رہا ہوں۔

یہ کھیل اتنا بامعنی اور اتنا وزنی نہیں جتنا کہ اگر یہ ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی۔ میرے نقاد اس انتخاب پر چاہیں تو مجھے دار پہ لٹکا سکتے ہیں۔ لیکن طبعزاد لکھنے والوں میں سے سوائے بانو قدسیہ صاحبہ کے کسی نے بھی قابلِ قبول حد تک بامعنی کھیل لکھ کر نہیں دیا۔ بانو قدسیہ کا کھیل اس کے فوراً بعد انشاء اللہ پیش کروں گا۔

'آپ کی تعریف' کھیل اپنے اندر وہ تمام فرحتیں رکھتا ہے۔ جن کی ایک عام گھرانہ ایک شام تفریح میں گزارنے کے لئے توقع کر سکتا ہے۔ یہ کھیل لاہور، کراچی، ملتان، ساہیوال اور کئی دوسرے شہروں میں لوگوں کے پسندیدگی کا امتحان پاس کر چکا ہے۔ اس وقت میرے

لئے یہ کھیل کرنا اس لئے ضروری تھا کہ پیشتر اس کے کہ میں کسی زیادہ ٹھوس چیز پر ہاتھ ڈالوں، کچھ ایسے ساتھی جمع ہو جائیں جن کے ساتھ ہم آہنگی ہو —— اور آئندہ کھیل اور زیادہ نفاست اور خوبی سے کھیلا جا سکے۔

آخر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے اُن مہربان دوستوں کا شکریہ ادا کروں، جنھوں نے گاہے بگاہے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میرے گزشتہ کام کو یاد رکھا۔ جس سے مجھ میں دوبارہ کچھ کرنے کی جسارت پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں اِن فنکاروں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جنھوں نے میرے ساتھ پوری دلچسپی سے کام کیا۔ مجھے اُمید ہے کہ ان کی اور میرے دوستوں کی دلچسپی تھیٹر میں قائم رہے گی۔ اور وہ اپنی مخلصانہ تنقید اور رائے سے مجھے بہتر کام کرنے کا موقع دیں گے۔ اگر آپ کو یہ کھیل پسند آئے تو زہے نصیب، نہ پسند آئے تو....

یار زندہ صحبت باقی

نعیم طاہر

آپ کی تعریف ؟

کب اور کہاں کہاں کھیلا گیا :

۱۹۶۱ پاکستان آرٹس کونسل لاہور

۱۹۶۱-۱۹۶۲ پاکستان آرٹس کونسل ۔ لاہور اور کراچی

۱۹۶۴ اسلامیہ کالج کے زیر اہتمام' لاہور میں ہوا ۔ انٹر کالجیٹ پرائز ملا

۱۹۶۵ اسٹوڈنٹس فورم نے اوپن ایئر تھیٹر میں کیا

۱۹۶۶ گورنمنٹ کالج ۔ ساہیوال

۱۹۶۶ نشتر میڈیکل کالج ہال ۔ جشنِ ملتان

۱۹۶۷ پاکستان آرٹس کونسل ۔ لاہور

آئندہ کا پروگرام :

۱۹۶۷ ساہیوال (فروری)

۱۹۶۷ سرگودھا (مارچ)

۱۹۶۷ کراچی (مارچ)

۱۹۶۷ سیالکوٹ (اپریل)

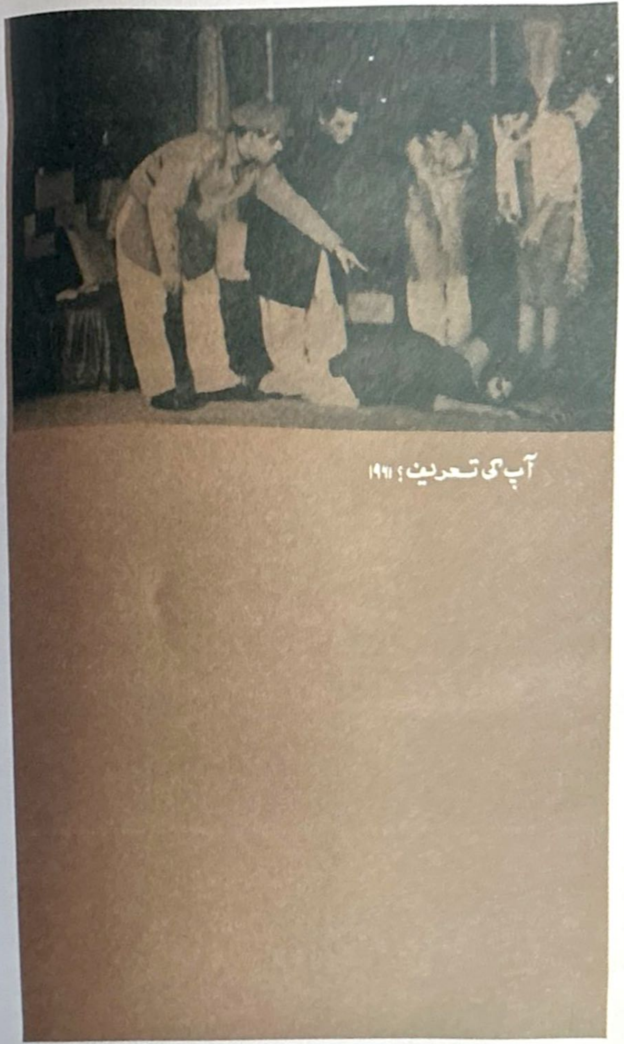

آپ کی تعریف؟ ۱۹۶۱

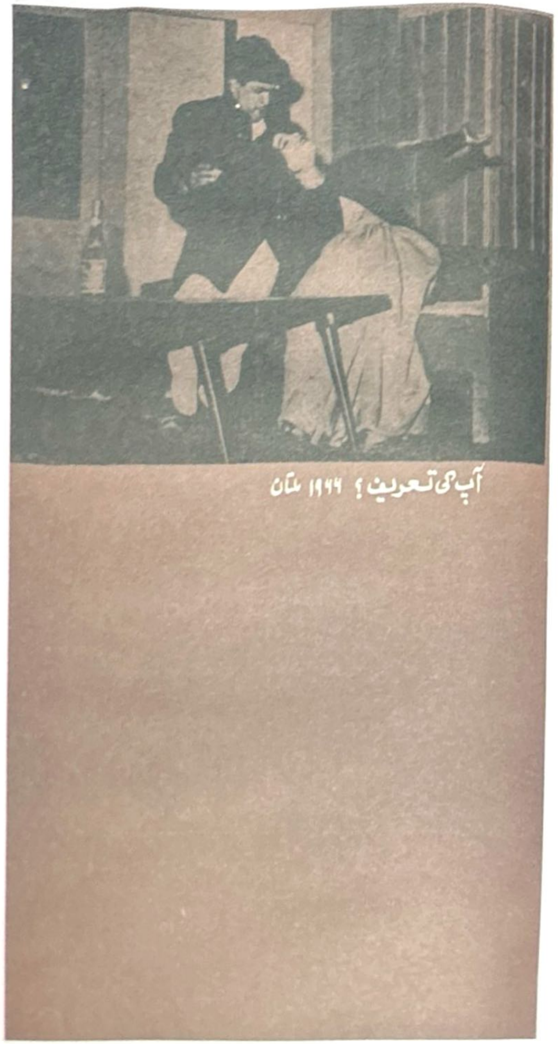

آپ کی تعریف؟ ۱۹۶۶ ملتان

آپ کی تعریف؟

کردار

جس ترتیب سے سٹیج پر آتے ہیں۔

رانی	ریحانہ صدیقی
مس چودھری	ناہید رانا
اشفاق طور	محمد قوی یا محمد سلیم
بانو	یاسمین طاہر
نوشاد	نعیم طاہر یا مسعود اختر
نووارد	محسن رضوی
پروفیسر ہاشمی	اعجاز احمد یا رشید عمر تھانوی
محمود	اُجاگر وارثی
انسپکٹر	کوثر حمید

* مقام — پشاور یونیورسٹی کے قریب
* زمانہ — جنگ کے بعد
* وقت — پہلا حصہ۔ شام
  دوسرا۔ اُسی رات
  تیسرا۔ اُسی رات

ہدایات: نعیم طاہر

معاونین:

سیٹ ڈیزائن	احمد خان
اسٹیج منیجر	نذیر فہیم
معاون ہدایات	اقبال قریشی
صوتی اثرات	اعجاز قیصر
روشنی اور سلسلے	ریاض۔ مشتاق
سیٹ تعمیر	علم دین اور محمد حسین

تشہیر: انور خالد۔ منان عزمی

Scanned with CamScanner

اعجاز احمد [ڈاکٹر ہاشمی]

اعجاز احمد لاہور میں پیدا ہوئے ـــــ پہلا کھیل 'کاغذ کے پھول' تھا. ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ڈراموں میں حصہ لیتے ہیں. ٹیلی ویژن کی سلسلہ وار کہانی 'لاکھوں میں تین' میں آپ نے 'ڈاکٹر واٹسن' کا کردار ادا کیا.

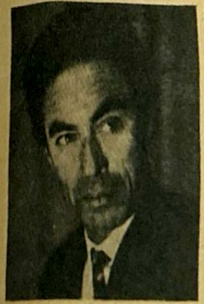

محسن رضوی [قیدی]

محسن رضوی اسٹیج کے منجھے ہوئے فن کاروں میں سے ہیں. آپ پٹیالہ میں پیدا ہوئے. پہلا ڈرامہ آغا حشر کا 'سفید خون' تھا. پاکستان آرٹس کونسل لاہور کے زیر اہتمام آپ کا پہلا کھیل 'صبح ہونے تک' تھا. ٹیلی ویژن کے تقریباً ۴۲ کھیلوں میں اب تک حصہ لے چکے ہیں.

رشید عمر تھانوی [ڈاکٹر ہاشمی]

رشید عمر تھانوی، مشہور مزاح نگار شوکت تھانوی (مرحوم) کے صاحبزادے ہیں.
اس سے پہلے 'بلاقی بدذات' 'شوکت تھانوی کے کھیل' اور 'خواہ مخواہ' میں حصہ لے چکے ہیں.
ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے لئے ڈرامے لکھتے بھی ہیں. اور ان میں بطور اداکار شرکت بھی کرتے ہیں.

اُجاگر وارثی [پروفیسر محمود حسین]

اجاگر وارثی اداکار بھی ہیں اور شاعر بھی عشرت رحمانی کا 'ہنسی ہنسی میں' پہلا کھیل تھا. ان کا ایک ڈرامہ 'مزاج' کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے.

کوثر حمید [انسپکٹر]

کوثر حمید، گورنمنٹ کالج لاہور کے سال چہارم کے طالب علم ہیں. پہلا کھیل نعیم طاہر کا 'آداب عرض' تھا. اس کے علاوہ آپ نے 'اینٹی گونی' میں بھی کام کیا.

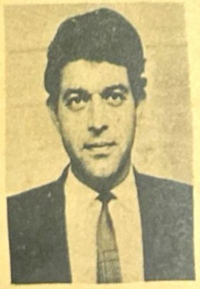

مسعود اختر [نوشاد]

مسعود اختر، ساہیوال میں پیدا ہوئے. 'ہنسی کی چال' 'فرار' 'دکھ سکھ' 'نغرے' اور 'امانت' میں مختلف کردار ادا کئے. ٹیلی ویژن کے ڈراموں میں متعدد کردار ادا کئے ہیں.

Scanned with CamScanner

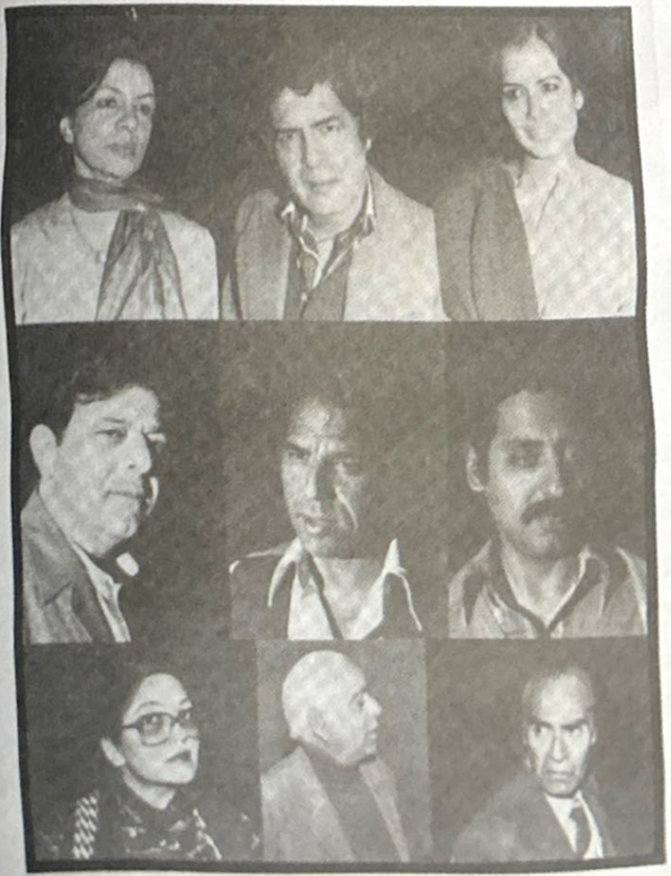

معاونین : مرزا مزمل ۔ ایوب غوری ۔ سی منڈوڈی ۔
نجیب ۔ مقصود حسین ۔ مینا لاہوری ۔ مشتاق ۔ سعید ۔
علم دین ۔ مستانہ ۔ ستار ۔ رحمان ۔

نعیم طاہر

امرتسر میں پیدا ہوئے

۱۹۵۵	"گورنمنٹ انسپکٹر" پہلا کھیل	اداکار
۱۹۵۶	"اصفہان کے متشاعر	اداکار
۱۹۵۶	'کیا کرے گا قاضی'	اداکار
۱۹۵۷	'بخیل'	اداکار ۔ ہدایت کار
۱۹۵۷	'کوکس اینڈ بوکس'	اداکار
۱۹۵۷	گورنمنٹ کالج لاہور سے نفسیات میں ایم ۔ اے کیا۔	
۱۹۵۸	اصفہان کے متشاعر	ہدایت کار
۱۹۵۸	'مجرم کون'	ہدایت کار
۱۹۵۹	'گڑیا کا گھر'	پیش کار
۱۹۵۹	'جولیس سیزر'	(اداکار و بروشس)
۱۹۶۰	'چھوٹے میاں'	اداکار
۱۹۶۰	'آداب عرض'	اداکار ۔ ہدایت کار
۱۹۶۱	'سوئے کہاں'	〃 〃
۱۹۶۱	آپ کی تعریف؟	〃 〃
۱۹۶۲	Antigone	〃
۱۹۶۳	راک فیلر فیلوشپ پر یونیورسٹی آف کیلی فورنیا گئے	
۱۹۶۳	Girl of the Golden West	اداکار
۱۹۶۳	Man with Oboe	〃
۱۹۶۳	You can't take it with you	〃
۱۹۶۳	Woyzeck	روشنی
۱۹۶۳	Other People	

۱۹۶۳	Wind and the Ashes	ہدایت کار
۱۹۶۳	Scenes from Othello	اداکار (اوتھیلو)
۱۹۶۳	پاکستان واپس آئے	
۱۹۶۳	پاکستان آرٹس کونسل کے سیکرٹری مقرر ہوئے	
۱۹۶۳	Blood Wedding	روشنی
۱۹۶۵	'شال کے طور پر'	سیٹ ڈیزائن

متفرقات

ریڈیو پاکستان، بی بی سی اور وائس آف امریکہ کے لئے متعدد ڈرامے لکھے، ہدایات دیں اور حصہ بھی لیا۔

ٹیلی ویژن کے لئے دو کھیل لکھے۔

آرٹشس کمپنی کی فلم "جان پہچان" کے مکالمے اور سکرین پلے لکھا۔

۱۹۶۵ میں پاکستان کے ثقافتی وفد کے پروگرام ڈائریکٹر کی حیثیت سے عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا۔

۱۹۶۵ میں انڈونیشیا جانے کے لئے پاکستانی فنکاروں کے ایک وفد کا مکمل انتظام کیا۔

۱۹۶۵ میں کامن ویلتھ آرٹس فیسٹیول میں شرکت کرنے کے لئے خٹک رقاصوں پر مشتمل طائفے کا انتظام کیا۔

بانو قدسیہ

کا ایک نیا طبعزاد کھیل

عنقریب

پاکستان آرٹس کونسل کے زیر اہتمام

پیش کیا جائے گا۔

ہدایت کار : نعیم طاہر

Courtesy

Sindbad Travels Limited

26 - The Mall, Lahore

Courtesy

Adamji Insurance Company Limited

Nawa-i-Waqt Building, Lahore

Courtesy

United Insurance Company

The Mall, Lahore

Courtesy

Hotel Ambassador

Davis Road, Lahore

طابع: ظفر اقبال۔ کیکسٹن پرنٹنگ پریس۔ لاہور

Bank With

United Bank Limited

آپ کی تعریف؟

تہذیب و ترجمہ
یاسمین طاہر/نعیم طاہر

ہدایات

تھیٹر کے چند روایتی آداب
(جنہیں شاید آپ زندہ رکھنا چاہیں)

○ تھیٹر وہ ذریعہ اظہار ہے جسے آپ ریڈیو یا ٹیلی ویژن کی طرح گھر میں بیٹھ کر کھاتے ہوئے یا ایسے دیگر حالات میں نہیں دیکھتے اسے آپ ایک تھیٹر ہال میں دوسرے شہریوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتے ہیں، اس لئے تھیٹر دیکھنا ایک تقریب کی حیثیت رکھتا ہے، دروایتاً لوگ اس میں آنے کے لئے نفیس لباس زیب تن کرتے ہیں۔

○ سٹیج پر معزز لوگ آپ کی خاطر کہانی کے روپ دھارتے ہیں کہ اپنی کوشش کر کے ڈرامے کی خوبیاں آپ تک پہنچائیں، اس لئے دیکھنے والوں کا آپس میں باتیں کرتے رہنا یا گھر اور دفتر کے قصے سلجھانا یا چلغوزوں سے شوق فرمانا اس محفل کے آداب کے قریب تصور نہیں کیا جاتا۔

○ کھیل کے اختتام پر تالی بجانا پسندیدگی کا اظہار کرنا ہے۔ آپ کے سامنے آنے سے پہلے فنکار مہینوں کی مشقت کرتا ہے اگر آپ اسے داد دیں تو اس میں شوق سے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تمام ملکوں میں جن کی روایات زندہ ہیں وہاں ڈرامہ ختم ہو چکنے کے بعد کم از کم دو تین منٹ اور بعض اوقات آدھ گھنٹے تک تالی بجتی ہے بار بار پردہ اٹھتا ہے اور فنکار اظہارِ تشکر کے لئے سامنے آتے ہیں ہم مشرق میں رہنے والوں کا اخلاق مشہور ہے لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ہم پسندیدگی کے اظہار میں بخل سے کام لیتے ہیں، حالانکہ تالی بجانے سے ہاتھوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

آپ کی تعریف؟

کردار، جس ترتیب سے سٹیج پر آتے ہیں۔

رانی:	طلعت حفیظ
مس چودھری:	نجمہ محبوب
اشفاق طور:	محمد قوی
بانو:	یاسمین طاہر
نوشاد:	مسعود اختر
نووارد:	محسن رضوی
ڈاکٹر ہاشمی:	سلمان شاہد
ڈاکٹر دنسا:	جمیل بسمل
انسپکٹر:	نذیر ضیغم

مقام: پشاور یونیورسٹی کے قریب

زمانہ: جب سرحدی مسائل [illegible]

معاونین: مرزا مزمل۔ ایوب غوری۔ سی منڈوڈی۔
نجیب۔ مقصود حسین۔ مینا لاہوری۔ مشتاق۔ سعید۔
علم دین۔ مستانہ۔ ستار۔ رحمان۔

Brochure Produced with the compliment of

الحمرا کے نئے ہال میں سوویں (100) پیش کش کی تقریب
بائیں سے دائیں: اداکار مصطفیٰ قریشی، محمد قوی خان، رشید عمر تھانوی، جمیل بسمل، طلعت حفیظ، طاہرہ فاروق، اداکارہ نیلو، یاسمین طاہر، نعیم طاہر
، ریحانہ صدیقی، محسن رضوی، ناہید قوی (رانا) نجمہ محبوب، بختیار احمد، علی اعجاز، لطیفی کامیدار

100ویں پرفارمنس مکمل کرنے کا منفرد اعزاز، یاسمین طاہر چیف سیکرٹری (پنجاب)
جاوید احمد قریشی سے گلدستہ وصول کر رہی ہیں
تصویر میں بالترتیب:
سلیمہ فیض (مسز ہاشمی)، جاوید احمد قریشی، اداکارہ نیلو، یاسمین طاہر، روبینہ مصطفیٰ قریشی
ریحانہ صدیقی، نعیم طاہر

ڈرامہ کا بروشر چھاپنے کے لیے اشتہارات حاصل کرنا ضروری ہوتا تھا تا کہ چھپائی کے اخراجات پورے کئے جا سکیں۔ جن کمپنیوں نے اشتہارات دے کر ڈرامہ کی تحریک میں معاونت کی، ہم اُن کو یاد رکھتے ہیں اور ہر دور میں اُن کے اشتہارات کتاب کے ایک حصہ کے طور پر شامل کیے گئے ہیں۔ تیسرا کتابچہ جو 1984ء میں شائع ہوا، اُس میں اشتہار نہیں تھے۔

نعیم طاہر

Scanned with CamScanner

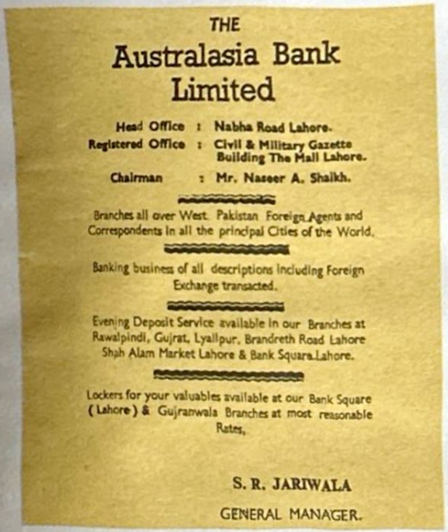
THE
Australasia Bank
Limited
Head Office : Nabha Road Lahore.
Registered Office : Civil & Military Gazette Building The Mall Lahore.
Chairman : Mr. Naseer A. Shaikh.
Branches all over West Pakistan Foreign Agents and Correspondents in all the principal Cities of the World.
Banking business of all descriptions including Foreign Exchange transacted.
Evening Deposit Service available in our Branches at Rawalpindi, Gujrat, Lyallpur, Brandreth Road Lahore Shah Alam Market Lahore & Bank Square Lahore.
Lockers for your valuables available at our Bank Square (Lahore) & Gujranwala Branches at most reasonable Rates.
S. R. JARIWALA
GENERAL MANAGER.

BUYING OPINIONS
OR MILK
"The public buys its opinions as it buys its meat or takes in its milk, on the principle that it is cheaper to do this than to keep a cow. So it is, but the milk is more likely to be watered."
Samuel Butler wrote this in 1861. In 1961, the public still buys its opinions, and small milk vendors—Gawalas — water the milk.
We, however, are not traditionalists, we believe in "Progress" and practice it.
The Commonwealth Livestock DAIRY Farm of the Thal Development Authority are equipped in a most modern manner. We are organised to deliver to your door sterilized milk of the purest quality in sealed bottles daily at both ends of the day
EXPEDITERS
NATIONAL HOUSE,
Opp: Y.M.C.A
THE MALL, LAHORE
Tel: 2418
DEPOT: 15-L, GULBERG,
KAUSER HOTEL,
COLLEGE ROAD,
RAWALPINDI

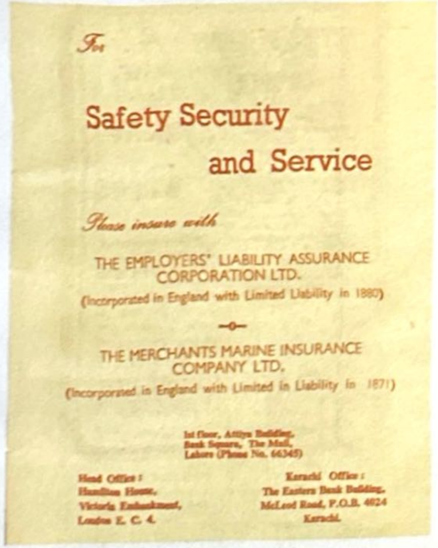
For
Safety Security
and Service
Please insure with
THE EMPLOYERS' LIABILITY ASSURANCE CORPORATION LTD.
(Incorporated in England with Limited Liability in 1880)
THE MERCHANTS MARINE INSURANCE COMPANY LTD.
(Incorporated in England with Limited in Liability in 1871)
1st floor, Attiya Building,
Bank Square, The Mall,
Lahore (Phone No. 66345)
Head Office:
Hamilton House,
Victoria Embankment,
London E. C. 4.
Karachi Office:
The Eastern Bank Building,
McLeod Road, P.O.B. 4824
Karachi.

Phone : No. 5535 / 65107
Don't Spin your TOP
Just ring up 60376
We solve your
Travelling problems for you at NO COST.
Approved Agents of the International Air Transport Association (I.A.T.A.)
GLOBE TRAVEL SERVICE (PAK)
National House, 47, The Mall, Lahore

THIRST
KNOWS
NO
SEASON
Coca-Cola WEEK
We have great pleasure in announcing the celebration of
COCA COLA WEEK
From 21st November to 27th November 1961.
Prizes to Coca Cola Dealers!
Prize Distribution Ceremony will be held on Friday, 1st December, 1961.
SHAHI BOTTLERS
(Authorised Bottlers of the Coca Cola).
15-16-N, Gulberg Lahore.

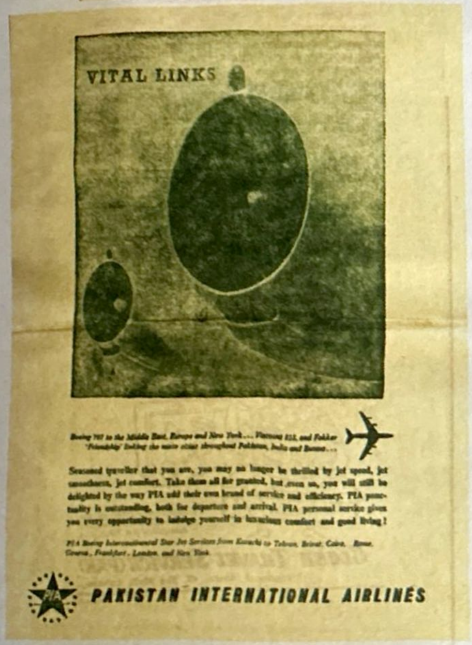
VITAL LINKS
PAKISTAN INTERNATIONAL AIRLINES

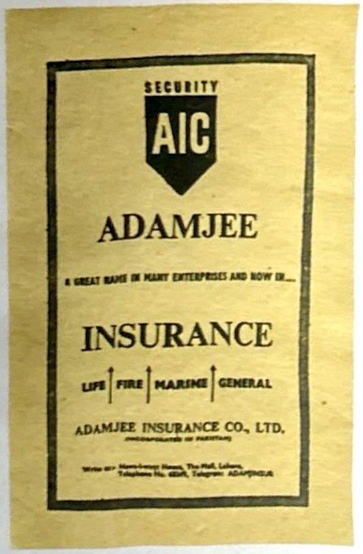
SECURITY
AIC
ADAMJEE
INSURANCE
LIFE
FIRE
MARINE
GENERAL
ADAMJEE INSURANCE CO., LTD.

خواتین و حضرات !

اس بار ایک بڑا مشکل سوال پیدا ہوگیا تھا، سوال یہ تھا کہ کھیل سنجیدہ ہونا چاہیے یا مزاحیہ ؟

بہت سے دوستوں نے کہا کہ مزاحیہ کھیل ہونا چاہیے۔ کچھ دوستوں کا کہنا تھا کہ یہ کیا ہنستے تو رہتے ہی ہیں کبھی سنجیدہ بات بھی ہونی چاہیے۔ میں سوچنے لگا کہ آپ کیا پسند کریں گے۔ گو پرانی بات ہے لیکن پسند آپ نے ''مجرم کون؟'' ایسے سنجیدہ کھیل کو بھی کیا تھا۔ مگر پچھلے دنوں ''آداب عرض'' اور ''سوئے کہاں'' کی آپ نے بیحد تعریف کی۔ چنانچہ میں نے اور یاسمین نے سوچا کہ آجکل آپ ہنسنے ہی کے موڈ میں ہیں۔ پھر پتے کی بات بھی کہنی ہو تو کیا ہنسی ہنسی میں نہیں کہی جا سکتی ؟ اس لئے فلپ کنگ کے اس کھیل ''See How They Run'' کو اردو کا جامہ پہنایا گیا۔ چند باتیں مجھے اس میں امکان سے باہر معلوم ہوئیں لیکن جب میں نے تصور کا سہارا لیا تو کھیل کا لطف دو چند ہو گیا۔ یہ چیز آپ بھی آزما دیکھئے۔ آپ یقیناً خسارہ میں نہیں رہیں گے۔

نعیم طاہر

Rs. 900.00

www.sangemeel.com
ISBN-10 969-35-2868-9
ISBN-13 978-969-35-2868-8
9789693528688